إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ۔ عَسٰۤى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

الفضل

قادیان

ایڈیٹر غلام نبی

The ALFAZL QADIAN

جلد ۲۲	مطابق ۲۰ ستمبر ۱۹۳۴ء	یوم پنجشنبہ	۹ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ	نمبر ۳۶

مدینۃ المسیح

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے متعلق ۱۸ ستمبر بوقت تین بجے بعد دوپہر کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے کہ حضور کی صحت خدا تعالےٰ کے فضل سے اچھی ہے۔ خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام میں بھی خیر و عافیت ہے۔

۱۷ ستمبر بعد نماز عشاء مسجد اقصےٰ میں شیخ صاحب الدین صاحب اور چوہدری غلام سرور صاحب نے ذکر حبیبؐ پر تقریریں کی۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

بیمار کو چاہیئے مایوس نہ ہو۔ اور توبہ استغفار کرے

(فرمودہ ۱۹ ستمبر ۱۹۰۶ء)

فرمایا "میرا مذہب یہ ہے۔ کہ کوئی بیماری لاعلاج نہیں ہر ایک بیماری کا علاج ہو سکتا ہے۔ جس مرض کو طبیب لاعلاج کہتا ہے۔ اس سے اس کی مراد یہ ہے۔ کہ طبیب اس کے علاج سے آگاہ نہیں ہے۔ ہمارے تجربہ میں یہ بات آچکی ہے کہ بہت سے بیماروں کو اطبّا اور ڈاکٹروں نے لاعلاج بیان کیا۔ مگر اللہ تعالےٰ نے اس سے شفا پانے کیواسطے بیمار کے لئے کوئی نہ کوئی راہ نکال دی۔ بعض بیمار بالکل مایوس ہو جاتے ہیں۔ یہ غلطی ہے۔ خدا تعالےٰ کی رحمت سے کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کے ہاتھ میں سب شفا ہے۔ بیمار کو چاہیئے۔ کہ توبہ استغفار میں مصروف ہو۔ انسان صحت کی حالت میں کئی قسم کی غلطیاں کرتا ہے۔ کچھ گناہ حقوق اللہ کے متعلق ہوتے ہیں اور کچھ حقوق عباد کے متعلق ہوتے ہیں۔ ہر دو قسم کی غلطیوں کی معافی مانگنی چاہیئے۔ اور دنیا میں جس شخص کو نقصان بے جا پہنچایا ہو۔ اس کو راضی کرنا چاہیئے۔ اور خدا تعالےٰ کے حضور میں سچی توبہ کرنی چاہیئے۔ توبہ سے یہ مطلب نہیں۔ کہ انسان جنتر منتر کی طرح کچھ الفاظ منہ سے بولتا ہے۔ بلکہ سچے دل سے اقرار ہونا چاہیئے۔ کہ میں آئندہ یہ گناہ نہ کرونگا اور اس پر استقلال کے ساتھ قائم رہنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ تو خدا تعالےٰ غفور الرحیم ہے۔ وہ اپنے بندوں کے گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ اور وہ ستار ہے۔ بندوں کے گناہوں پر پردہ ڈالتا ہے۔ تمہیں ضرورت نہیں۔ کہ مخلوق کے سامنے اپنے گناہوں کا اظہار کرو۔ ہاں خدا تعالےٰ سب کچھ جانتا ہے۔" (بدر ۴ اکتوبر ۱۹۰۶ء)

تبلیغی رپورٹیں

ہندوستان کے مختلف مقامات میں تبلیغ احمدیت

بٹالہ میں تبلیغ

مولوی محمد علی صاحب اظہر لکھتے ہیں۔ ۱۱ تا ۲۵ اگست میں بٹالہ میں تبلیغ کرتا رہا۔ شہر کو مختلف حصوں میں تقسیم کر کے ہر حلقہ کے احمدی دوستوں کے زیر انتظام ملاقاتیں کر کے تبلیغ کی جاتی رہی۔ بعض اوقات اچھا خاصہ مجمع ہو جاتا تھا۔

علاقہ بیٹ کا تبلیغی دورہ

ماسٹر ماموں خاں صاحب قادیان لکھتے ہیں:۔ کہ وہ ماسٹر نذیر احمد صاحب برق۔ پیر حبیب احمد صاحب اور منشی احمد الدین خاں صاحب کے ساتھ بصورت وفد علاقہ بیٹ میں گئے۔ اور قریباً تیس دیہات میں پیغام حق پہنچایا۔ بعض جگہ حالات سخت مخالفانہ تھے۔ مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنا فرض بخیر و خوبی ادا کیا۔

نواح قادیان میں تبلیغ

مولوی محمد یعقوب صاحب تپش۔ مولوی میر ولی صاحب اور نذیر احمد صاحب بصورت وفد قادیان کے غربی جانب واقعہ دیہات میں ۱۷ تا ۲۵ اگست تبلیغ کرتے رہے۔ اور کئی لیکچر دیئے۔ ہر جگہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھا اثر ہوا۔ اور لوگ دلچسپی سے سنتے رہے۔ صرف ایک جگہ سنگوہا میں مخالفت ہوئی۔ اس کے علاوہ آپ مختلف جماعتوں کی تربیت کی طرف بھی متوجہ رہے۔

علاقہ سلانوالی میں لیکچر

سید احمد علی صاحب لکھتے ہیں۔ کہ میں ایک ماہ تک سلانوالی ضلع سرگودہ میں مقیم رہا ہوں۔ اس عرصہ میں بہت سے لیکچر مختلف مقامات پر دیئے گئے۔ اور کئی ملاقاتیں کی گئیں۔

لائل پور میں تبلیغ

لال حسین اختر نے لائل پور میں تین چار لیکچر دیئے۔ اور بے ہودہ گوئی سے عوام الناس میں ایسا اشتعال پیدا کیا جسے شریف غیر احمدیوں نے بھی ناپسند کیا۔ ہم نے ۱۹ اگست ایک جلسہ مسجد میں کیا جس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے خلاف توقع حاضری کامیاب رہی۔ اور لوگوں نے غور سے جوابات کو سُنا۔ لال حسین کے اعتراضات کا دندان شکن جواب شیخ عبد القادر صاحب مولوی فاضل نے دیا جو غیر احمدیوں نے الحمد [illegible] پسند کیا گیا۔ نیز محمد شریف نے بھی بعض اعتراضات کا جواب بڑی خوبی سے دیا۔ نیز مولوی غلام احمد صاحب مولوی فاضل نے ایک پُر اثر لیکچر دیا۔ انہوں نے دلائل کی روشنی میں ثابت کیا۔ کہ یہ زمانہ پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔ کہ یہی وقت موعود مسیح کے آنے کا ہے۔ لیکچروں کے بعد سوالات کے لئے وقت دیا گیا۔ کوئی ایک گھنٹہ کے قریب سوال و جواب ہوتے رہے۔ لوگ خدا کے فضل و کرم سے بہت اچھا اثر لے کر گئے۔ دُعا ہے۔ کہ خداوند تعالیٰ لوگوں کو حق قبول کرنے کی توفیق دے:۔ خاکسار شیخ محمد یوسف لائل پور

مسجد احمدیہ لاہور میں لیکچر

لاہور کی جماعت اہل حدیث نے مولوی ثناء اللہ صاحب امرت سری کا ایک اشتہار چسپاں کیا جس میں انہوں نے لکھا تھا۔ کہ "میں خدا کی قسم کھاتا ہوں۔ کہ مرزا صاحب اپنے دعوے الہام میں جھوٹے ہیں"۔ اس کے جواب کے لئے ۱۹ اگست ۱۹۳۴ء کو مسجد میں جلسہ کیا گیا۔ گو اس دن بارش تھی۔ اور موسم خراب تھا تاہم احمدی اور غیر احمدی احباب کافی تعداد میں شریک ہوئے مولوی ظہور حسین صاحب مولوی فاضل نے ثابت کیا۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرت سری نے اپنے تسلیم کردہ معیار کے مطابق اپنی زندگی سے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت پر مہر ثبت کر دی ہے۔ تقریر کے بعد غیر احمدی احباب کو سوال کرنے کی اجازت دی گئی۔ مگر ان واضح دلائل کے سامنے کسی نے بھی سوال کرنے کی جُرأت نہ کی۔ اور جلسہ نہایت خوبی سے ختم ہوا۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک:۔ خاکسار ماسٹر نذیر حسین لاہور

مکیانہ ضلع گجرات میں عظیم الشان مناظرہ

۲۸-۲۹ اگست ۱۹۳۴ء کو جماعت احمدیہ فتح پور کا اہلسنت مکیانہ کے ساتھ مناظرہ قرار پایا تھا۔ اور شرط تھی۔ کہ جو فریق ۲۸ اگست صبح ۷ بجے میدان مناظرہ میں نہ پہنچے۔ وہ کاذب متصور ہوگا۔ جماعت احمدیہ معہ اپنے مبلغین مولوی محمد عبد اللہ صاحب اعجاز مولوی فاضل و ملک عبد الرحمن صاحب خادم بی۔ اے گجراتی ٹھیک سات بجے میدان مناظرہ میں پہنچ گئی۔ لیکن غیر احمدیوں میں سے کوئی نہ آیا۔ اور رقعہ بھیجا۔ کہ اگرچہ ہم بروئے شرائط کاذب ٹھیرتے ہیں۔ مگر شام تک انتظار کریں۔ چونکہ لوگ جمع تھے ہم نے صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر تقریریں شروع کرا دیں۔ جو پسند کی گئیں۔ ۹ بجے شام غیر احمدیوں کے مبلغین آ گئے۔ اور کہا کہ ہم حیات و وفات عیسےٰ علیہ السلام و اجرائے نبوت کے مسائل پر بحث نہیں کرتے۔ اور بہت رد و کد کے بعد حیات و وفات مسیح علیہ السلام و صداقت مسیح موعود علیہ السلام پر دو مناظرے قرار پائے ۲۸ اگست مولوی محمد عبد اللہ صاحب نے وفات مسیح علیہ السلام کے موضوع پر مولوی احمد الدین صاحب گکھڑوی سے مناظرہ کیا۔ مدعی حیات مسیح غیر احمدی تھے۔ احمدی مناظر نے قرآن کریم و احادیث نبویہ و اقوال بزرگان سے وفات مسیح علیہ السلام کو ثابت کرتے ہوئے دلائل کا انبار غیر احمدی مناظر کے سامنے رکھ دیا۔ لیکن اس نے ایک دلیل کو چھوا تک نہیں۔ تمام تعلیم یافتہ طبقہ نے تسلیم کیا۔ کہ احمدی مناظر کے دلائل فی الواقعہ پختہ ہیں۔ اور ان کا کوئی جواب نہیں دیا گیا

دوسرا مناظرہ صداقت مسیح موعود علیہ السلام پر ۳ بجے بعد دوپہر شروع ہوا۔ جو ملک عبد الرحمن صاحب خادم بی۔ اے گجراتی نے حافظ احمد الدین صاحب گکھڑوی سے کیا۔ مدعی جماعت احمدیہ تھی۔ ملک صاحب نے ۹م۔ دلائل صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر پیش کئے۔ جن میں سے ایک کا بھی جواب حافظ احمد الدین صاحب نہ دے سکے۔ خادم صاحب کی تقریر اس قدر مؤثر اور لاجواب تھی۔ کہ غیر احمدی تعلیم یافتہ بھی عش عش کر رہے تھے۔ آخری تقریر ہماری تھی۔ لیکن غیر احمدی میدان چھوڑ کر بھاگ گئے۔ اور تقریر نہ سُنی۔ بلکہ تالیاں بجانی شروع کر دیں۔ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ مناظرہ بہت کامیاب ہوا۔ اور نواحی علاقہ میں تبلیغ کا دروازہ کھل گیا ہے۔ حق پسند طبائع ہماری باتیں سننے کے لئے مستعد ہیں۔ ہم چودھری رحمت علی صاحب و سردار علی صاحب آف مکیانہ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کہ انہوں نے قیام امن میں بہت مدد دی۔ خاکسار مرزا محمد حسین احمدی۔

نہایت افسوسناک انتقال

نہایت رنج و افسوس کے ساتھ لکھا جاتا ہے۔ کہ محترمہ صادقہ بیگم صاحبہ اہلیہ جناب چودھری فتح محمد صاحب سیال ایم اے ناظر اعلیٰ کا ۱۷ ستمبر پانچ بجے شام انتقال ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون جنازہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے پڑھایا۔ اور مرحومہ مقبرہ بہشتی میں دفن کی گئیں:۔

انہیں پہلے اسہال کی تکلیف پیدا ہوئی۔ پھر پیچش کی شکایت ہو گئی۔ اسی دوران میں لڑکی پیدا ہوئی۔ اس کے بعد پیچش میں تخفیف ہو گئی۔ مگر پھر بخار کا سخت حملہ ہوا۔ اور اسی میں انتقال ہو گیا:۔

مرحومہ جناب مرزا محمود بیگ صاحب گوجرہ کی لڑکی تھیں قادیان میں ہی پیدا ہوئی تھیں۔ اور اسی مقدس مقام میں قریباً ۲۶ سال کی عمر میں وفات پا کر اپنی یادگار میں چھوٹے چھوٹے چار بچے دو لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑ گئیں۔ احباب مرحومہ کی مغفرت کے لئے دُعا فرمائیں۔

ہم اس جانکاہ حادثہ میں جناب چودھری صاحب اور مرحومہ کے والدین سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔ احباب دعا کریں۔ کہ خدا تعالیٰ انہیں صبر جمیل عطا کرے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الفضل

نمبر ۳۶ | قادیان دارالامان مورخہ ۹ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ | جلد ۲۲

اخبار "زمیندار" کا بے حقیقت دعوے

مسلمانوں کی نمائندگی کا جھوٹا ادعا

معلوم نہیں۔ رسوائے عالم اخبار "زمیندار" اور اس کے ایڈیٹر مولوی ظفر علی صاحب نے یہ کیوں سمجھ رکھا ہے۔ کہ "زمیندار" کے صفحات پر آئے دن دروغگوئی۔ فریب کاری اور بے ہودہ سرائی کا جو مظاہرہ ہوتا رہتا ہے۔ وہ سمجھدار اور غور و فکر کا مادہ رکھنے والے لوگوں کو دھوکہ میں ڈال سکتا ہے۔ اور وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہو سکتے ہیں۔ کہ "زمیندار" اپنے متعلق جو دعوے کرتا ہے۔ اور مسلمانوں میں اپنی جو پوزیشن بتاتا ہے۔ اس میں کچھ حقیقت ہے۔ یا جو غلط بیانیاں اور افترا پردازیاں اس کے صفحات میں کی جاتی ہیں ان کی کوئی بنیاد ہے۔ کیونکہ "زمیندار" بات بات میں اپنے آپ کو اول تو ساری دنیا کے مسلمانوں کا نمائندہ اور اجارہ دار ظاہر کرتا ہے۔ ورنہ کم از کم ۸ کروڑ مسلمانانِ ہند کی نمائندگی کا دعوے کرنا تو اس کا تکیۂ کلام ہے۔

اس قسم کے لچر اور بے ہودہ دعووں کی جو آئے دن اس کے خود پیدا کردہ کسی فتنہ و شرارت کو تقویت دینے کے لئے کئے جاتے ہیں۔ بنا صرف یہ ہوتی ہے۔ کہ بعض نام نہاد، غیر معروف بلکہ خانہ ساز انجمنوں کے نام سے قرار دادیں شائع کر دی جاتی ہیں۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے۔ کہ جمہور مسلمانوں نے عام طور پر ان انجمنوں کے کبھی نام بھی نہیں سُنے ہوتے۔ اور معزز مسلمانوں کا ان کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ مگر جدید کہ "نہ صرف اسلامیان ہند بلکہ اسلامیان عالم" کی نمائندگی اور ترجمانی کا بیڑا بھی اسی قسم کی قرار دادوں سے مزین کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ چنانچہ حال ہی میں "زمیندار" نے امرتسر کی "والنٹیئرز کور مجاہدین اسلام" اور "انجمن اصلاح المسلمین کی مجلس منتظمہ" کی یکے بعد دیگرے قرار دادیں نہایت اہتمام کے ساتھ یہ ظاہر کرنے کے لئے شائع کی ہیں۔ کہ "روزنامہ زمیندار کو بلا استثنا ۸ کروڑ مسلمانوں کا ترجمان کہلانے کا فخر حاصل ہے۔" "جریدہ فریدہ زمیندار نہ صرف اسلامیان ہند بلکہ اسلامیان عالم کا صحیح ترجمان ہے۔"

قطع نظر اس سے کہ "والنٹیئرز کور مجاہدین اسلام امرتسر" اور "انجمن اصلاح المسلمین امرتسر" کے وہ کونسے کارہائے نمایاں ہیں۔ جو انہیں تمام دنیا کے مسلمانوں کا حق وکالت ادا کرنے کا اہل قرار دیتے ہیں اور پھر "اسلامیان عالم" نے کب انہیں اس بات کا اختیار دیا ہے۔ کہ وہ جسے چاہیں ان کا "ترجمان" قرار دے دیں۔ سوال یہ ہے۔ کہ اس قسم کی قرار دادیں لاہور کی بجائے امرتسر سے کیوں پاس کرائی گئیں اور کیوں اسلامیان لاہور سے یہ خدمت نہ لی گئی۔ اگر مسلمانان لاہور میں سے اس وقت تک کوئی شخص اس قسم کی بے ہودگی کرنے کے لئے تیار نہ ہو سکا۔ جہاں "زمیندار" کو اپنے خاص اثر و رسوخ کے متعلق بہت بڑا گھمنڈ ہے۔ تو ایک دوسرے مقام کی قرار دادوں کو کیا وقعت حاصل ہو سکتی ہے۔

رہی یہ بات کہ امرتسر میں "زمیندار" اور مولوی ظفر علی صاحب کے خاص فدائی۔ اور جان نثار رہتے ہیں وہ انہیں جو بھی حکم دیں۔ اسے بسر و چشم بجا لانے کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ اس میں بھی کچھ معقولیت نظر نہیں آتی۔ امرتسری جاں نثاروں اور خدا کاروں سے مولوی ظفر علی صاحب الفاظ تو جس قسم کے چاہیں۔ اپنے متعلق لکھا لیں۔ اور پھر انہیں اپنے اخبار میں شائع کر دیں۔ مگر یہ کہ ان کی نظر میں مولوی صاحب اور ان کے اخبار کی کوئی وقعت ہو جس کا ثبوت ان کے عمل سے مل سکے۔ یہ قطعاً غلط ہے۔ مگر حیرت ہے۔ کہ مولوی ظفر علی صاحب جو آج امرتسر کی دو نام نہاد انجمنوں کے چند بے حقیقت اور مضحکہ خیز الفاظ پر پھولے نہیں سماتے۔ اور یہ سمجھ رہے ہیں۔ کہ گویا تمام مسلمانوں کی نمائندگی کا سرٹیفکیٹ انہیں حاصل ہو گیا ہے۔ وہ آج سے چند ہی روز قبل اپنے آپ کو اور اپنے اخبار "زمیندار" کو اسی امرتسر میں بے حد ذلیل کرا چکے ہیں۔

چنانچہ پچھلے دنوں مولوی ظفر علی صاحب کاسہ گدائی ہاتھ میں لے کر جیب "زمیندار" کے نام سے در بدر بھیک مانگتے پھر رہے تھے۔ تو کئی بار امرتسر بھی پہنچے۔ اور جن لوگوں کے متعلق انہیں توقع تھی۔ کہ کچھ نہ کچھ دیں گے۔ ان کی دہلیزیں چاٹ ڈالیں۔ آخر یہ تجویز قرار پائی۔ کہ "زمیندار" کے لئے چندہ وصول کرنے کے لئے کچھ آدمی مقرر کئے جائیں۔ چند آدمیوں کے سپرد یہ کام کیا گیا۔ جنہوں نے غالباً اس خیال سے منظور کر لیا ہوگا۔ کہ جو کچھ وصول ہوگا۔ اس میں سے کچھ نہ کچھ انہیں بھی حاصل ہو جائیگا۔ لیکن جب دیکھا۔ کہ کوئی ایک پیسہ بھی دینے کے لئے تیار نہیں تو وہ بھی رفو چکر ہو گئے۔ آخر شیخ صادق حسن صاحب نے مولوی ظفر علی صاحب کو اس بارے میں جو خط لکھا۔ وہ نہایت ہی عبرت ناک تھا۔ اس میں لکھا تھا۔ "آپ تین دفعہ ڈاکٹر کچلو صاحب اور میرے پاس تشریف لائے۔ اور تینوں دفعہ میں نے عرض کی کہ زمیندار کے لئے چندہ ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ آپ "زمیندار" کے خیر خواہاں میں سے مجھے ایک سکرٹری دے دیں۔ بصد مشکل آپ کو چند آدمی ملے۔ میں نے آپ سے کہا۔ کہ یہ سب بھاگ جائینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پچاس کاپیاں تقسیم ہو چکی ہیں پچاس اور تقسیم کر دیتا۔ لیکن جن کو آپ نے سکرٹری مقرر کیا تھا۔ وہ سب بھاگ گئے۔ ان حالات میں میں کیا کروں۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ اتنا با اثر ہونے کے باوجود آپ مجھے ایک آدمی نہیں دے سکتے۔ اگر اور کچھ نہیں ہو سکتا۔ تو آپ اخبار ہی میں اپیل کر دیں۔"

کیا مولوی ظفر علی صاحب یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ اس مضمون کا خط شیخ صادق حسن صاحب امرتسری نے ان کو نہیں لکھا تھا۔ اگر انکار نہیں کر سکتے۔ اور بقائمی ہوش و حواس قطعاً نہیں کر سکتے۔ تو کیا اس میں اسی امرتسر کے انہی لوگوں کا ذکر نہیں ہے۔ جن میں سے چند ایک سے وہ "اسلامیانِ عالم" کی ترجمانی کی سند حاصل کر رہے ہیں۔ اور "زمیندار" کو آٹھ کروڑ مسلمانوں کا ترجمان بتا رہے ہیں کیا مولوی صاحب بتا سکتے ہیں۔ کہ زمیندار کے یہ خیر خواہ۔ اور شیدائی اس وقت کہاں تھے۔ جب سارے امرتسر میں سے کوئی ایک فرد بھی "زمیندار" کے لئے چندہ کرنے والا نہ مل سکتا تھا۔ اور اس وقت نہ مل سکتا تھا۔ جبکہ روزانہ مسلسل "زمیندار" یہ رونا روتا تھا۔ کہ وہ موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہے۔ اور ایڑیاں رگڑ رہا ہے۔

بات یہ ہے۔ کہ اس وقت جب کچھ کرنا پڑتا تھا۔ اس وقت سارے امرتسر میں سے کوئی ایک شخص بھی "زمیندار" کی خیر خواہی کا دم بھرنے والا نہ مل سکا۔ اور اب جبکہ صرف زبانی جمع خرچ کا سوال تھا۔ اور چند الفاظ تک بات محدود تھی۔ "والنٹیئرز کور مجاہدین اسلام"

بھی رونما ہو گئے۔ اور "انجمن اصلاح المسلمین کی مجلس منتظمہ" بھی حرکت میں آگئی۔ مولوی ظفر علی صاحب میں اگر غیرت و حمیت کا کچھ بھی مادہ ہوتا۔ تو وہ قطعاً ان قراردادوں کو کوئی وقعت نہ دیتے۔ مگر جب ان کے شور و شر اور فتنہ و شرارت کی بنیاد ہی دھوکہ۔ فریب۔ اور غلط کاری پر ہو۔ تو وہ کیونکر ان لوگوں کو نظر انداز کر سکتے تھے۔ جو چند ہی روز قبل ان کی ذلت و رسوائی کا موجب بن چکے تھے۔ پس مولوی صاحب نے تو یہی غنیمت سمجھا۔ کہ اس قسم کی قراردادیں ان کو میسر آگئیں لیکن دراصل اس طرح انہوں نے یہ بات پایہ ثبوت کو پہونچا دی۔ کہ مسلمانان ہند کے شریف اور معزز طبقہ میں سے کوئی ایک متنفس بھی ان کی فتنہ انگیزیوں کو پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھتا۔ اور وہ جو کچھ کر رہے ہیں محض فریب۔ دھوکہ اور شرارت ہے۔ جس میں چند ادنےٰ طبقہ کے لوگ شریک ہیں۔

محکمۂ پولیس کی رپورٹ

پنجاب پولیس کے نظم و نسق کی رپورٹ بابت ۱۹۳۳ء شائع ہوئی ہے۔ جس میں لکھا ہے۔ کہ اس سال میں پولیس کو سول نافرمانی اور باغیانہ تحریکوں کا جنہوں نے پولیس کے کام کی باقاعدگی کو درہم برہم کر دیا تھا۔ مقابلہ نہیں کرنا پڑا اس لئے وہ "جرائم کی سراغ رسانی تحقیقات اور انسداد کی طرف کامل توجہ دے سکی ہے۔" لیکن باوجود اس کے رپورٹ میں لکھا ہے۔ کہ "جرائم قتل کی تعداد تشویشناک حد تک بڑھ گئی ہے"

اس میں شک نہیں۔ کہ کانگرسی تحریکات نے عوام الناس کے دلوں سے قانون کی پابندی اور آئین کا احترام نکال دیا ہے۔ اور اپنے مخالف کو بے دریغ قتل کر دینے کی رُوح پیدا کر دی ہے۔ جو قتل کی وارداتوں میں اس "تشویشناک اضافہ" کی ایک حد تک ذمہ وار ہے۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے۔ کہ اس اضافہ کی تہ میں وہ غربت اور افلاس بھی ہے۔ جس میں مہاجنوں کی سُود خوری۔ اور ان کے بڑھے ہوئے قرضوں نے زمینداروں کو مبتلا کر رکھا ہے۔

اگر حکومت اس صورت کی اصلاح کرنا چاہتی۔ اور ان وارداتوں میں کمی کی خواہاں ہے۔ تو یہ صرف پولیس کی سراغ رسانی۔ اور تحقیقات۔ اور انسداد کی طرف کامل توجہ سے نہیں ہو سکتی۔ بلکہ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ ان اسباب و علل کی اصلاح کی جائے۔ جن پر ایسی وارداتوں کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔

توسیع مسجد اقصیٰ

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ اٰیٰتِنَا۔ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۝

اللہ تعالےٰ کے فضل سے ہماری جماعت کی ترقی اس کی بڑھتی ہوئی ضروریات سے اس طرح ظاہر ہو رہی ہے۔ کہ پہلے انتظامات ناکافی ثابت ہو رہے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری رفتار ترقی۔ اور ہمارے مرکز کی وسعت بہت زیادہ ہو رہی ہے۔

حال ہی میں توسیع مسجد اقصےٰ کے لئے اس امید پر ایک مکان خریدا گیا تھا۔ کہ اس سے کچھ عرصہ کے لئے موجودہ تنگی رفع ہو جائے گی۔ لیکن باوجود مکان خریدنے اور مستورات کے حصہ کو اس میں منتقل کر دینے کے تنگی پھر بھی دُور نہیں ہوئی۔ اور مزید توسیع کی ضرورت درپیش ہے۔

مسجد اقصےٰ جیسا کہ مندرجہ بالا آیت کی اس تشریح سے ظاہر ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی۔ اللہ تعالےٰ کے خاص نشانوں میں سے ایک نشان ہے۔ اور اس کا قرب و جوار خاص برکات کا مورد ہے۔

اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے مسجد اقصےٰ کی توسیع میں حصہ لینا ایک نہایت ہی شاندار دینی انعام کا اپنے آپ کو مستحق بنانا ہے۔ کیونکہ جو لوگ اس کے قرب میں جگہ پائیں گے۔ وہ اپنی نسلوں کے لئے ایک دائمی برکت چھوڑ جائیں گے۔ پھر وہ لوگ جو یہاں قرب میں جگہ بنانے والے ہیں۔ اور ارادہ کر چکے ہیں۔ کہ وہ اپنی سکونت مستقل اسی دیار حبیب میں بنائیں گے۔ ان کے لئے بھی اس توسیع میں حصہ لینا مبارک ہوگا۔ کہ انہوں نے اپنے دلی ارادہ سے مسجد کے قرب میں رہنے والوں میں اپنی جگہ بنائی۔ اور اس کے نتیجہ میں مسجد کی توسیع میں حصہ لیا۔ اس کا انشاء اللہ یہ نتیجہ ہوگا۔ کہ وہ اپنے اس نیک ارادہ میں ضرور کامیاب ہونگے۔ بلکہ قبل سکونت ہی اُن برکات سے حصہ لینا شروع کر دیں گے۔ اس چندہ میں اس برکت کی خصوصیت کے لحاظ سے صرف ان دوستوں کو شریک کیا گیا ہے۔ جو قادیان کے رہنے والے ہیں۔ یا یہاں رہنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ البتہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی اجازت کے ساتھ ان کو بھی اس چندہ میں شریک کر لیا گیا ہے جو خود بخود بخوشی اس چندہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں۔ تا ممکن ہے کہ جو دوست اپنے خاص حالات کی مجبوریوں کے باعث اب تک قادیان آکر رہنے کا ارادہ نہیں کر سکے۔ اس چندہ میں شامل ہونے کی برکت سے ان کے حالات میں ایسے تغیرات نیک واقعہ ہو جائیں۔ کہ پھر وہ بآسانی قادیان میں رہ سکیں۔

اب تک جو چندہ ہوا ہے۔ وہ صرف ایک مکان خریدنے کے لئے ہے۔ اس مکان کی عمارت کو مسجد کا حصہ بنانے اور مسجد کی توسیع کے لئے اور مکانات خریدنے کے لئے یہ رقم کافی نہیں۔ اس لئے اس چندہ کو جاری رکھا جاتا ہے۔ اور بذریعہ اعلان اخبار الفضل سب ایسے دوستوں سے جو اس میں شامل ہونے کے اہل ہیں۔ استدعا کی جاتی ہے۔ کہ وہ بہت جلد اس چندہ میں شامل ہو کر عند اللہ ماجور ہوں۔

چندہ کی رقم کا اندازہ پہلے آٹھ ہزار تھا۔ مگر اب تک تقریباً پونے چھ ہزار روپیہ وصول ہوا ہے۔ لیکن مکانات جو خرید کئے گئے۔ ان کی قیمت چھ ہزار سے بڑھ گئی ہے۔ ابھی اور مکان خریدنے ہیں۔ اور خرید شدہ مکانات کی صورت بھی بدلنی ہے۔ اس لئے یہ رقم جس کی ضرورت ہے۔ دس ہزار سے کم نہیں سمجھنی چاہیئے۔ جو بہت جلد پوری ہونی چاہیئے۔ تا نمازیوں کو جو تکلیف تنگی جگہ سے ہو رہی ہے۔ جلد رفع ہو جائے۔ یہ چندہ محاسب صاحب صدر انجمن احمدیہ کے نام توسیع مسجد اقصےٰ کے فنڈ میں بھیجا جائے۔ ناظر بیت المال۔ قادیان

ٹائمز آف انڈیا کی ترقی

مغربی ممالک کے اخبارات کے حالات ان لوگوں کو جو ہندوستانی جرائد کے حالات سے تھوڑی بہت واقفیت رکھتے ہوں۔ فسانے معلوم ہوتے ہیں۔ لیکن ہندوستان کے اخبار معاصر "ٹائمز آف انڈیا" کے مالکوں نے حال ہی میں ایک اولوالعزمانہ قدم اٹھا کر ہندوستانی پریس کے وقار میں ایک حد تک اضافہ کیا ہے۔ یعنی اخبار مذکور کے دفتر میں جدید آلہ "ٹیلی پرنٹر" نصب کیا گیا ہے۔ جس کے ذریعہ تمام دنیا کی خبریں براہ راست اور جلد سے جلد مل سکیں گی۔ اور خود بخود ٹائپ بھی ہوتی چلی جائیں گی۔ اور خبر رساں ایجنسیوں کی خدمات کی کوئی احتیاج نہ رہے گی۔ اس آلہ کو نصب کرنے کے بعد ایک تقریر جو لنڈن میں کی گئی تھی۔ صرف ۲۰ سیکنڈ یعنے آدھے منٹ کے بعد اخبار کے دفتر میں نہ صرف پہونچ گئی۔ بلکہ ٹائپ ہو کر پریس میں بھیجدی گئی۔ جماعت احمدیہ کی اولوالعزمیاں اور قربانیاں اس وقت دُنیا میں بے مثال ہیں۔ لیکن موجودہ زمانہ میں پریس کی اہمیت کو محسوس کرتے ہوئے اور غیر مسلم پریس کی طاقت کا اندازہ کرنے کے بعد احمدیہ پریس کی طرف سے اس کی لاپروائی سخت افسوسناک ہے۔ امید ہے۔ ہمارے فرض شناس احباب اس طرف پوری پوری توجہ کریں گے۔

اسلام پر اعتراضات کے جواب

غزواتِ نبی کریمؐ پر اخبار شیر پنجاب کے بے بنیاد اعتراضات

"شیر پنجاب" کا اعتراض

سکھ اخبار "شیر پنجاب" نے ۹ ستمبر کی اشاعت میں اپنے گوروؤں کی معرکہ آرائیوں کو جائز اور حق بجانب قرار دیتے ہوئے غزواتِ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے

"یہ ایک حقیقت ہے۔ کہ مکہ سے ہجرت حضرت نے تب کی۔ جبکہ حضرت مکہ کے لوگوں کے مقابلہ میں جنگ نہ کر سکتے تھے۔ حضرت بلا تشدد بھی اسی وقت تک رہے۔ لیکن دن آیا کہ ہجرت کر جانے کے بعد آپ نے مکہ کو فتح کیا۔ اور فاتحانہ طور پر مکہ میں پھر داخل ہوئے۔ تشدد سے تنگ آ کر آپ مکہ سے نکلے۔ اور تشدد کی مدد سے مکہ میں داخل ہوئے"

مکہ میں مسلمانوں کی حالت

مطلب یہ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے ہجرت تب کی۔ جبکہ آپ مکہ کے لوگوں کے مقابلہ میں جنگ نہ کر سکتے تھے۔ ان کا کفار کے مظالم برداشت کرتے چلے جانا اس وجہ سے تھا۔ کہ وہ کمزور تھے۔ اور مقابلہ کی تاب نہ رکھتے تھے۔ بے شک مسلمان اس وقت کفار کے مقابلہ میں بہت کمزور تھے۔ مگر پھر بھی ایسے گئے گذرے نہ تھے۔ کہ بغیر ہاتھ ہلائے مظالم برداشت کرتے چلے جاتے۔ مگر ان کو چونکہ صبر کی تلقین کی جاتی۔ اس لئے وہ پیچ وتاب کھا کر رہ جاتے۔ اور دم نہ مارتے چنانچہ احادیث میں آتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف چند صحابہ سمیت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ جب ہم مشرک تھے۔ تو معزز تھے اور کوئی ہماری طرف آنکھ بھی نہیں اٹھا سکتا تھا۔ لیکن اب ہم مسلمان ہوئے ہیں۔ تو کفار کے مظالم کا تختۂ مشق بن گئے ہیں۔ آپ ہمیں اجازت دیں۔ کہ ان سے لڑیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ سنکر فرمایا۔ انی امرت بالعفو فلا تقاتلوا (نسائی) یعنے مجھے عفو کا حکم دیا گیا ہے۔ پس میں تمہیں لڑنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔

عفو اور درگذر کی تلقین

اس وقت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا زیادہ زور صبر اور مصائب کو برداشت کرنے کی تعلیم دینے پر اور گذشتہ انبیاء علیہم السلام کے پیروؤں کا ذکر کر کے یہ بتانے پر تھا۔ کہ قدیم سے اللہ تعالےٰ کی سنت چلی ہے۔ کہ اس کے رسولوں اور ان کے متبعین کو دکھ دیئے جاتے ہیں۔ لیکن انجامکار فتح انہی کی ہوتی ہے چنانچہ بخاری میں روائت آتی ہے۔ ایک دفعہ خباب بن الارت رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ یا رسول اللہ قریش مسلمانوں کو سخت تکالیف پہنچا رہے ہیں۔ آپ ان کے لئے بددعا کیوں نہیں کرتے۔ لکھا ہے۔ کہ آپ لیٹے ہوئے تھے۔ یہ سنتے ہی اٹھ کر بیٹھ گئے۔ اور آپ کا چہرۂ مبارک سرخ ہو گیا۔ فرمایا دیکھو تم سے پہلے وہ لوگ گذرے ہیں۔ جن کے سروں پر آرے چلائے گئے۔ اور وہ چیر ڈالے گئے۔ مگر وہ اپنے کام میں لگے رہے۔ یاد رکھو خدا اس کام کو خود پورا کرے گا۔ حتیٰ کہ ایک شتر سوار صنعا سے لے کر حضر موت تک سفر کرے گا۔ اور اسے سوائے خدا کے اور کسی کا ڈر نہ ہوگا۔

یہ تھی وہ تعلیم جس کی وجہ سے مسلمانوں نے دل ہی دل میں پیچ وتاب کھا لئے۔ اور اپنے نفوس میں صبر و برداشت کا وہ اعلےٰ نمونہ دکھایا۔ کہ تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے۔

صحابہؓ پر کفار کے دردناک مظالم

صحابہ میں سے حضرت عثمانؓ کو اسلام لانے کیوجہ سے ان کا چچا رسیوں سے باندھ کر پیٹا کرتا۔ زبیر بن العوام کا مخالف چچا ان کو چٹائی میں لپیٹ کر ان کے ناک میں دھواں دیا کرتا۔ سعد بن ابی وقاص ایک مقتدر آدمی تھے۔ لیکن ان کے قبیلے والوں نے انہیں سخت دکھ دیئے۔ سعید بن زید بنو عدی میں سے تھے۔ حضرت عمر بن الخطاب کو ان کے اسلام لانے کا علم ہوا۔ تو ان پر ٹوٹ پڑے۔ اور اسی کشمکش میں اپنی بہن کو بھی زخمی کیا۔ عبد اللہ بن مسعود نے صحن کعبہ میں قرآن شریف کی تلاوت کی۔ تو قریش نے انہیں سخت زدوکوب کیا۔ ابوذر غفاری کو قریش نے ایک دفعہ اتنا پیٹا۔ کہ قریب تھا۔ جان سے مار ڈالتے۔ مگر عباس بن عبد المطلب نے آ کر چھڑایا حضرت بلال کو ان کا آقا امیہ دوپہر کے وقت جبکہ اوپر سے آگ برستی۔ اور مکہ کا ریتلا میدان بھٹی کی طرح گرم ہو جاتا۔ باہر لے جاتا۔ اور ننگا کر کے ریت پر لٹا دیتا۔ اور بڑے بڑے گرم پتھر سینہ پر رکھ کر کہتا۔ لات اور عزیٰ کی پرستش کر۔ ابو فکیہ بنو عبد الدار کے غلام تھے۔ انہیں بھی مشرکین گرم ریت پر لٹاتے اور سینے پر اتنے بھاری پتھر رکھتے۔ کہ ان کی زبان باہر نکل آتی۔ زنیرہ بنو مخزوم کی لونڈی تھی۔ ابوجہل نے اسے اتنا پیٹا۔ کہ اندھی ہو گئی۔ صہیب بن سنان کو قریش اتنا پیٹتے۔ کہ ان کے حواس مختل ہو جاتے۔ خباب بن الارت کو ایک دفعہ قریش نے پکڑ کر دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹا دیا۔ اور ایک شخص ان کی چھاتی پر چڑھ گیا۔ تاکہ کروٹ نہ بدل سکیں۔ عمار ان کے والد یاسر اور ان کی والدہ حضرت سمیہ کو بنو مخزوم سخت تکالیف دیتے۔ اور یاسر ان تکالیف کی وجہ سے ہی فوت ہو گئے

یہ ان تکالیف کی نوعیت ہے۔ جو مسلمانوں کو دی جاتیں مگر جب مسلمان رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کرتے۔ تو آپ فرماتے صبر کرو۔ مجھے عفو کا حکم دیا گیا ہے پس یہ قطعی غلط ہے۔ کہ "مکہ سے ہجرت حضرت نے تب کی جبکہ حضرت مکہ کے لوگوں کے مقابلہ میں جنگ نہ کر سکتے تھے" تکالیف سے تنگ آ کر وہ مقابلہ کے لئے آمادہ تھے۔ مگر جس چیز نے انہیں روکے رکھا۔ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد تھا۔ کہ انی امرت بالعفو فلا تقاتلوا مجھے عفو کا حکم دیا گیا ہے۔

جنگ کے وقت مسلمانوں کی حالت

"شیر پنجاب" نے دوسرا اعتراض یہ کیا ہے۔ کہ "حضرت بلا تشدد بھی اسی وقت تک رہے۔ لیکن دن آیا۔ کہ ہجرت کر جانے کے بعد آپ نے مکہ کو فتح کیا"۔ یعنے مسلمان جب طاقتور ہو گئے اور ان کی کمزوری کی حالت جاتی رہی۔ تب انہوں نے جنگ شروع کی۔ یہ اعتراض بھی ویسا ہی بے بنیاد ہے۔ جیسا کہ پہلا تھا۔ خود قرآن کریم نے صراحت سے اس اعتراض کی تردید کی ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ مسلمانوں نے جب جنگ کی اس وقت وہ ویسے ہی کمزور تھے۔ جیسا کہ مکی زندگی میں۔ ہاں جب کفار کے مظالم کی انتہا نہ رہی۔ اور اپنا وطن اور عزیز واقارب کو چھوڑ کر غریب الوطنی کی زندگی اختیار کر لینے والے مسلمانوں کو ستایا۔ اور دکھ دیا گیا۔ تو خدا تعالےٰ نے مسلمانوں کو مقابلہ کی اجازت دے دی۔ اور ایسی حالت میں دی جبکہ مسلمان کفار کے مقابلہ میں ظاہری طور پر کچھ طاقت نہ رکھتے اور بے حد کمزور تھے۔ چنانچہ بدر کی مشہور لڑائی کے متعلق اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ ولقد نصرکم اللہ ببدر و انتم اذلۃ۔ یعنے خدا نے تم کو بدر کے مقام پر فتح عطا فرمائی۔ حالانکہ تم بہت تھوڑے اور سخت کمزور تھے۔ پھر اسی جنگ کے متعلق مسلمانوں کی حالت کا نقشہ یوں کھینچا ہے کہ کما اخرجک ربک من بیتک بالحق وان فریقاً من المؤمنین لکارھون۔ یجادلونک فی الحق بعد ما تبیّن کانما یساقون الی الموت وھم ینظرون۔ یعنی وہ وقت یاد کرو۔ جب خدا نے تم کو تمہارے گھروں سے حق کے ساتھ نکالا۔ جبکہ مسلمانوں

کا ایک گروہ اس کو دو بھر سمجھتا تھا۔ وہ سچائی کے معاملہ میں تجھ سے جھگڑا کرتے تھے۔ بعد اس کے کہ حق ان پر ظاہر ہو گیا۔ گویا کہ وہ موت کی طرف دھکیلے جا رہے ہیں۔ اور وہ موت کو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ جنگ بدر کے وقت مسلمانوں کی حالت ایسی کمزور تھی۔ کہ وہ جنگ کرنا موت کے مونہہ میں جانے کے مترادف سمجھتے تھے۔ ایک اور آیت سے بھی یہ بات ظاہر ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فآواکم وایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبات لعلکم تشکرون۔ یعنی اس وقت کو یاد کرو جبکہ تم تعداد میں بالکل تھوڑے تھے۔ اور ملک میں ناتوان سمجھے جاتے تھے۔ تم کو یہ ڈر تھا۔ کہ لوگ تم کو اچک لے جائیں گے۔ ایسے وقت میں خدا نے تمہیں پناہ دی۔ اور اپنی تائید سے تمہیں مؤید کیا۔ اور پاکیزہ رزق عطا کیا۔ تاکہ تم شکر کرو۔

ان آیات سے ظاہر ہے۔ کہ مسلمانوں نے جب جنگ کرنے کے لئے اپنے آپ کو مجبور پایا۔ اس وقت وہ دشمنوں کے مقابلہ میں طاقت ور نہ تھے۔ بلکہ بے حد کمزور تھے۔

مدینہ میں حلقۂ مخالفت کی وسعت

پھر یہ اعتراض اس وجہ سے بھی باطل ہے۔ کہ مدینہ میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پوزیشن مکہ سے بھی زیادہ نازک ہو گئی تھی۔ کیونکہ آپ کی مخالفت کا حلقہ پہلے سے بہت زیادہ وسیع ہو چکا تھا۔ چنانچہ بیرونی اعداء میں سب سے بڑھ کر قریش تھے۔ اور چونکہ وہ کعبہ کے متولی تھے۔ اس لئے ان کے اثر کے ماتحت تمام عرب اسلام کا مخالف تھا۔ قریش کے تجارتی قافلوں کا دستور تھا۔ کہ وہ گذرتے گذرتے راستہ میں تمام قبائل عرب کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکاتے۔ ان کے علاوہ اندرونی دشمنوں میں سے بدعہد یہود اور منافقین کا فتنہ تھا۔ جس نے مدینہ میں نازک صورت اختیار کر لی تھی۔ غرض مدینہ میں جب مسلمان پہنچے۔ تو وہ امن میں نہیں تھے۔ بلکہ سارے عرب میں ان کے خلاف دشمنی کی آگ بھڑک اٹھی تھی۔ اور صحابہ کی یہ حالت تھی۔ کہ لا یبیتون الا بالسلاح ولا یصبحون الا فیہ۔ وہ خطرہ کی وجہ سے رات کو بھی ہتھیار بند ہو کر سوتے اور دن کو بھی ہتھیار بند رہتے۔ وقالوا اترون انا نعیش حتیٰ نبیت آمنین مطمئنین لا نخاف الا اللہ (لباب النقول سیوطی) وہ آپس میں کہا کرتے۔ کہ نہیں معلوم ہم اس وقت تک زندہ بھی رہتے ہیں۔ یا نہیں۔ جبکہ ہم امن و اطمینان کی راتیں گزاریں گے اور سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ پس یہ دوسرا اعتراض بھی باطل ہے۔ کہ مسلمانوں نے جب قوت حاصل کی۔ تب جنگ کرنی شروع کی۔

فتح مکہ

تیسرا اعتراض رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ کیا گیا ہے۔ کہ "تشدد سے تنگ آ کر آپ مکہ سے نکلے۔ اور تشدد کی مدد سے مکہ میں داخل ہوئے"۔ یہ بھی بالکل بے بنیاد اعتراض ہے۔ فتح مکہ کے متعلق واقعہ یہ ہے۔ کہ صلح حدیبیہ کی شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی۔ کہ جو قبیلہ چاہے مسلمانوں کا مددگار ہو جائے اور جس کا جی چاہے قریش کا مددگار رہے۔ اس کے مطابق بنی خزاعہ نے اپنے آپ کو مسلمانوں کا طرفدار ظاہر کیا۔ اور بنی بکر نے قریش کے ساتھ ہونے کا اعلان کیا۔ چنانچہ مشہور مورخ ابن ہشام صلح حدیبیہ کی شرائط کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں من احب ان یدخل فی عقد محمد وعہدہ دخل فیہ ومن احب ان یدخل فی عقد قریش وعہدہم دخل فیہ فتواثبت خزاعۃ فقالوا نحن فی عقد محمد وعہدہ وتواثبت بنو بکر فقالوا نحن فی عقد قریش وعہدہم (ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۸۱) یعنے شرائط طے کرتے وقت کہہ دیا گیا۔ کہ جس کا جی چاہے محمد صلے اللہ علیہ وسلم کے عقد اور آپ کے عہد میں شامل ہو جائے۔ اور جو چاہے قریش کے ساتھ مل جائے۔ اس پر خزاعہ نے اپنے آپ کو مسلمانوں کا مددگار اور بنو بکر نے قریش کا مددگار ظاہر کیا۔ اس کے مطابق اگر مسلمان کسی وقت بنو بکر پر حملہ کرتے۔ تو گویا وہ قریش پر حملہ تھا۔ اور اگر قریش بنی خزاعہ کو کوئی تکلیف پہنچاتے تو یہ سمجھا جانا چاہئے تھا کہ وہ تکلیف مسلمانوں کو دی گئی۔

اس معاہدہ کے قریباً دو سال بعد بنو بکر نے جو قریش کے مددگار تھے۔ بنو خزاعہ پر جو مسلمانوں کے طرفدار تھے شبخون مارا اس چھاپہ کے وقت بنو خزاعہ وتیر نامی ایک چشمہ کے قریب بے خبر سوئے پڑے تھے۔ قریش نے بھی اپنے مددگار قبیلہ کی پہلے تو اسلحہ جنگ سے اعانت کی۔ اور جب زیادہ اندھیرا ہو گیا۔ تو خود بھی لڑائی میں شریک ہو گئے۔ بنو خزاعہ نے تھوڑا بہت مقابلہ کیا۔ مگر ان کے بہت سے آدمی بنو بکر اور قریش کے ہاتھوں قتل ہو گئے۔ صبح ہونے پر ان میں سے ایک شخص عمرو بن سالم مدینہ گیا۔ تا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس عہد شکنی کی اطلاع دے۔ اور آپ سے درخواست کرے۔ کہ ان سے بدلہ لیا جائے۔ جب عمرو بن سالم خزاعی مدینہ پہنچا۔ تو اس نے پر درد اشعار میں بنو خزاعہ کے قتل کا حال بیان کیا۔ اور التجا کی۔ کہ آپ دشمنوں سے بدلہ لینے میں بنو خزاعہ کی مدد کریں۔ یہ سنکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا نصرت یا عمرو بن سالم۔ اے عمرو بن سالم تمہیں مدد دی جائے گی۔

قریش مکہ کے سامنے رسول کریمؐ کی تین شرائط

پھر آپ نے قریش کی اس عہد شکنی سے اطلاع پا کر اپنے ایک سفیر کے ذریعہ قریش کے سامنے تین شرائط پیش کیں پہلی یہ کہ بنو خزاعہ کے مقتولوں کا خونبہا ادا کرو۔ دوسری یہ کہ اگر خون بہا نہ دو۔ تو بنو بکر کی حمایت چھوڑ دو۔ تیسری یہ کہ اگر یہ بھی منظور نہیں کرتے۔ تو عہد نامۂ حدیبیہ کو فسخ کر دو۔ اس کا جواب قریش نے یہ دیا۔ کہ ہم نہ تو خونبہا ادا کریں گے نہ بنو بکر کی حمایت سے دست بردار ہوں گے۔ البتہ صلح حدیبیہ کا عہد فسخ کرتے ہیں۔

(زرقانی شرح مواہب اللدنیہ)

اس پر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر جرار لے کر مکہ کا رخ کیا۔ اور اسے نہایت امن و آرام کے ساتھ بغیر ایک متنفس کا خون بہائے فتح کر لیا۔ کیا دنیا کا کوئی شخص اسے "تشدد" کہہ سکتا ہے۔ اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مکہ میں داخل ہو کر قریش کے سرکردہ لوگوں کو عبرتناک سزائیں دیتے۔ تب بھی کوئی جائے اعتراض نہ تھی۔ مگر آپ نے ان سب کو معاف کر دیا۔ اور فرمایا۔ لا تثریب علیکم الیوم آج میں تمہیں کوئی ملامت نہیں کرتا۔ پھر کس طرح اسے تشدد کہہ سکتے ہیں۔ یقیناً وہ شخص جو فتح مکہ کو تشدد سے تعبیر کرتا ہے وہ سچائی کا دشمن اور حقائق سے دیدہ دانستہ مونہہ پھیرنے والا ہے۔

ایک غیر مسلم کی دیانتدارانہ رائے

شرمتی پرکاش دیوجی نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی جو سوانح عمری لکھی ہے۔ اس میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس فتح کا ذکر کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں۔

"یہ وقت بہت نازک تھا۔ ہر شخص کو یہ یقین تھا۔ کہ اب شہر کی خیر نہیں۔ آنحضرت قتل عام کا حکم دیں گے۔ اور جو جو اذیتیں انہیں دی گئی تھیں۔ آج ان کا خوب بدلہ لیں گے۔ لوگ اس خیال سے کانپے جاتے تھے۔ اور جانتے تھے۔ کہ موت سر پر کھڑی ہے۔ لوگ شہر چھوڑ کر بھاگنے لگے تھے۔ کہ آپ نے فوراً منادی کرائی۔ کہ کوئی مسلمان تلوار نہ چلائے۔ اور مکہ کا کوئی آدمی شہر چھوڑ کر نہ جائے۔ آج لڑائی اور بدلہ کا دن نہیں ہے۔ آج رحمت اور شفقت کا دن ہے۔ میں تمہارا دشمن ہو کر نہیں آیا ہوں۔ نہ میں تم سے کسی قسم کا بدلہ لوں گا۔ میں تم سے وہ سلوک کروں گا۔ جو یوسف نے مصر میں اپنے بھائیوں سے کیا تھا۔ میں تم کو جھڑکی تک بھی نہ دوں گا"۔ (صفحہ ۱۱۲)

ایک غیر مسلم کی اس دیانتدارانہ رائے سے اگر "شیر پنجاب" چاہے۔ تو اپنی غلط فہمی دور کر سکتا ہے۔

آنریبل میاں سر فضل حسین صاحب کی جانشینی کا مسئلہ

مولوی ظفر علی خاں صاحب کا لغو اور بیہودہ پروپیگنڈا

معزز معاصر "قومیت" لاہور نے اپنے ۱۰ ستمبر کے پرچہ میں مندرجہ بالا عنوانوں سے ایک آرٹیکل لکھا ہے۔ جو درج ذیل کیا جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے۔ کہ معزز اور دور اندیش مسلمان "زمیندار" کے پروپیگنڈا کو کس نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ اور ان کے نزدیک "زمیندار" کی چیخ و پکار کیا حقیقت رکھتی ہے:

وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل سے میاں سر فضل حسین صاحب عنقریب ریٹائرڈ ہو رہے ہیں۔ اور سرکاری حلقوں میں یہ خبر بڑے وثوق سے بیان کی جاتی ہے۔ کہ ان کی جگہ حکومت چوہدری ظفر اللہ خاں بیرسٹر ایٹ لا کا تقرر عمل میں لانے والی ہے۔ جو موجودہ حالت میں اس کے نزدیک ہر طرح سے قابل و موزوں ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے۔ کہ میاں صاحب موصوف کی رائے بھی چوہدری صاحب ہی کے حق میں ہے مسلمانان ہند کے سمجھدار طبقہ نے بحیثیت مجموعی حکومت کے اس ارادہ کو بنظر استحسان دیکھا ہے۔ لیکن مولوی ظفر علی خاں ہیں۔ کہ وہ اپنی دیرینہ ذاتی عداوت کی وجہ سے جو فرقہ احمدیہ سے ہے۔ اس معاملہ کو بلاوجہ مذہبی عقائد کا رنگ دیکر نہایت لغو اور شرمناک پروپیگنڈا سے زمیندار کے کالم کے کالم سیاہ کر رہے ہیں۔ ایک طرف مولوی صاحب اپنی مخالفت کی وجہ یہ پیش کرتے ہیں۔ کہ چونکہ چوہدری ظفر اللہ خان قادیانی عقیدہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لئے ان کا تقرر مولوی صاحب کی سمجھ کے مطابق صحیح نہیں۔ لیکن دوسری طرف مسلمانوں کے ذمہ وار لیڈروں اور ان کی سب سے بڑی جماعتوں آل انڈیا مسلم کانفرنس اور مسلم لیگ نے اس تقرر کو موزوں قرار دیتے ہوئے چوہدری صاحب پر اپنے اعتماد کا اظہار کیا ہے مولوی ظفر علی خاں کا اپنی وجہ مخالفت میں یہ دلیل پیش کرنا۔ کہ چوہدری صاحب قادیانی ہیں۔ اور اس لئے وہ وائسرائے کے ایگزیکٹو کونسل کے ممبر نہیں ہو سکتے۔ نہایت بے معنی اور لغو ہے۔ اور اس سے مولوی صاحب کی ذاتی پرخاش کے سوا اور کچھ بھی مترشح نہیں ہوتا۔ تعجب ہے۔ کہ مولوی صاحب نے دلیل مذکور پیش کرتے وقت اتنا بھی نہیں سوچا۔ کہ ایگزیکٹو کونسلر کے فرائض منصبی میں آخر وہ کونسی شق ہے جس کے مطابق چوہدری صاحب موصوف قادیانی عقائد کے پیرووں کو فائدہ اور غیر قادیانیوں کو نقصان پہنچا سکیں گے؟ کیا ایگزیکٹو کونسلر کو مسلمانوں کے امور شرعیہ میں کسی وقت مخل ہونے کا حق حاصل ہے۔ جو مولوی صاحب کو یہ خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ کہ چوہدری صاحب نے عنان ایگزیکٹو کونسلری ہاتھ میں لیتے ہی سوائے قادیانی عقیدہ کے دیگر تمام عقیدوں کو سرزمین ہند سے مٹا دیں گے۔ کیا مولوی صاحب زمانہ ماسبق کی کوئی ایسی نظیر پیش کر سکتے ہیں۔ جس سے یہ ظاہر ہو۔ کہ جس عقیدہ اور مذہب کا شخص ایگزیکٹو کونسلری پر فائز ہوا۔ اس نے اپنے ہم عقیدہ والوں کے سوا باقی تمام کے دائرہ حیات کو تنگ کر دیا تھا۔ اور حکومت نے اس کے ایسے فعل پر اپنی منظوری ثبت کر دی ہو۔ کیا مولوی صاحب کوئی ایسی مثال دے سکتے ہیں۔ جس سے یہ ظاہر ہو۔ کہ فلاں موقعہ پر جب چوہدری ظفر اللہ خاں مسلمانوں کی ترجمانی کے لئے سرکاری یا غیر سرکاری طور پر منتخب کئے گئے۔ تو انہوں نے صرف اپنے ہم عقیدہ والوں ہی کی ترجمانی کی ہو۔ کیا مولوی صاحب یہ بتا سکتے ہیں۔ کہ گذشتہ ایام میں جب چوہدری صاحب عارضی طور پر ایگزیکٹو کونسلر مقرر ہوئے۔ تو انہوں نے کوئی ایسا کام کیا جس سے غیر قادیانیوں کو نقصان پہنچا ہو پس جب ان تمام باتوں کا مولوی صاحب کے پاس کوئی معقول جواب نہیں۔ اور یقیناً نہیں ہے۔ جو حقیقت میں مخالفت کا جواز ہو سکتی ہیں۔ تو پھر ہر مسلمان مولوی صاحب کی مخالفت کو بخوبی سمجھ سکتا ہے۔ اور جو کسی حالت میں بھی قومی و ملی نظریہ کے مطابق مناسب نہیں۔ بلکہ ذاتیات کی بدترین تنگ نظری کا مظاہرہ ہے:

مزید برآں ہر مسلمان جس نے مولوی صاحب کی زندگی کا عمیق نظروں سے مطالعہ کیا ہے۔ وہ خوب سمجھتا ہے۔ کہ اس شخص کی متلون مزاجی اور قدم قدم پر متضاد حکمت عملی نے مسلم قوم کو بحیثیت مجموعی سخت نقصان پہنچایا ہے یہی وجہ ہے کہ آج مسلمانوں کی کسی اہم ذمہ وار سیاسی نمائندہ جماعت کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ قوم کے تمام ذمہ وار نمائندے ان کی رائے سے شدید اختلاف رکھتے ہیں۔ اور انہوں نے کبھی بھی کسی معاملہ میں نہ ان کی رائے طلب کی ہے۔ اور نہ ہی ان کے نظریہ کو قومی و ملی مفاد کے لئے بہتر قرار دیا ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں۔ کہ چوہدری ظفر اللہ خان ایک فرقہ احمدیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ جس طرح دوسرے مسلمان کسی نہ کسی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور یہ بات بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ کہ مختلف اسلامی فرقوں کا ایک دوسرے سے شدید اختلاف ہے اور علماء آئے دن ایک دوسرے پر کفر کے فتوے لگاتے رہتے ہیں۔ مولوی ظفر علی خاں کو معلوم ہوگا۔ کہ ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے۔ کہ اہلحدیثوں نے گورنمنٹ سے یہ مطالبہ کیا تھا۔ کہ یا تو ہمیں علیحدہ نیابت دی جائے۔ یا مخلوط انتخاب ہو۔ کیونکہ وہ اپنا نمائندہ ایک غیر مسلم کو بنا سکتے ہیں۔ لیکن حنفی مسلمان کو بدعتی اور مشرک سمجھتے ہیں۔ اسی طرح سے شیعہ حضرات کا مطالبہ بھی ایک سے زائد مرتبہ اسی قسم کا ہو چکا ہے۔ لیکن آج تک اس فرقہ کی طرف سے جس کو مولوی ظفر علی خاں اپنی نظر میں مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ کبھی ایسا مطالبہ نہیں ہوا۔ بلکہ اس امر کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔ کہ جب کبھی بھی کوئی معاملہ اسلامی مفاد عامہ کے متعلق دنیا کے سامنے آیا۔ اس فرقہ کے مسلمانوں نے دوسرے مسلمانوں کے ساتھ مکمل اتحاد کا ثبوت دیا ہے۔ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کی ذات کو ہی لیجئے۔ ۱۹۲۷ء میں چوہدری صاحب موصوف ڈاکٹر شفاعت احمد خاں صاحب کے ساتھ لنڈن گئے۔ اور انہوں نے خاص طور پر وزیر ہند اور دیگر برطانوی مدبرین پر ہندوستان میں مسلمانوں کی حق تلفی واضح کی۔ سائمن کمیشن گول میز کانفرنس اور جائنٹ پارلیمنٹری کمیٹی کے اجلاسوں میں ان کی شمولیت سے مسلمانوں کو خاص فائدہ پہنچا۔ آپ جداگانہ انتخاب کے حامی ہیں۔ مسلم کانفرنس اور مسلم لیگ کے ہمیشہ ہمنوا رہے ہیں۔ ان کی قابلیت اور سیاسی فہم و فراست مسلمہ ہے۔ ان کا سیاسی مطمح وہی ہے جو مسلمانوں کے تمام ذمہ دار نمائندوں کا ہے۔ حال ہی میں وزیر ہند سر سموئیل ہور نے ان کی مدبرانہ حکمت عملی اور قابلیت کا بجا طور پر اعتراف کیا ہے۔ علاوہ ازیں گذشتہ ایام میں چوہدری صاحب موصوف عارضی طور پر ایگزیکٹو کونسلری کے فرائض بوجہ احسن سرانجام دے چکے ہیں ان حالات میں اگر گورنمنٹ کی نظر میں میاں سر فضل حسین صاحب کے صحیح اور موزوں جانشین چوہدری صاحب ہی ہو سکتے ہیں۔ تو مولوی ظفر علیخاں کا بیہودہ پروپیگنڈا کر کے مسلمانوں کی قوم کو گمراہ کرنا بدترین اخلاقی جرم ہے۔ مولوی ظفر علیخاں جو ہمیشہ جمہور کے نظریہ سے اختلاف کر کے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ بنانے کے عادی ہیں۔ اگر انکی اس دلیل پر کہ چوہدری صاحب موصوف قادیانی ہیں حکومت

کسی عہدہ کی تقرری کے لئے عقیدہ کا معیار مقرر کرے۔ تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا۔ کہ قابل اور موزوں اشخاص کا انتخاب نہ ہو سکیگا۔ پھر یہ بات بھی قابل غور ہے۔ کہ میاں سر فضل حسین صاحب حنفی عقیدہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جب ان کی تقرری پر مسلمانوں کی غیر حنفی جماعتوں نے اعتراض نہ کیا تھا۔ تو اب چوہدری صاحب کی تقرری پر مولوی ظفر علی خاں کا یہ اعتراض کرنا کہ وہ قادیانی ہیں۔ کسی حالت میں بھی جائز اور مستحسن نہیں ہو سکتا۔ ماسوا اس کے کہ مولوی صاحب نے حسب عادت مسلمانوں میں جو آگے ہی افتراق و تفریق کی بدولت اپنی طاقت کو زائل کر کے چہار اطراف سے تنزل و ادبار میں گھر چکے ہیں۔ مزید افتراق و تفریق کا فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ مسلمانوں کی موجودہ تباہ حالی کا اگر کوئی باعث ہوا ہے۔ تو وہ ان کی اپنی ہی فرقہ بندی اور تفریق و تقسیم ہے۔ ؎

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانہ میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

پس مسلمانوں کے لئے یہ نہایت ضروری ہے۔ کہ وہ مولوی صاحب کی فتنہ پردازی پر نفرت و حقارت کا اظہار کرتے ہوئے اور نہیں تو کم از کم اپنے سیاسی حقوق و مفاد ہی کے استحکام کی خاطر ایک پلیٹ فارم پر متحد ہو جایا کریں۔ تا اغیار کی گہری سازشوں کا بخوبی مقابلہ ہو سکے۔ //

یہ مضمون یہاں تک لکھا جا چکا تھا۔ کہ اخبار زمیندار کی اشاعت ۱۴ ستمبر میں مولوی ظفر علی خاں کا نوٹ جناب خان بہادر عبدالعزیز صاحب۔ سی۔ آئی۔ ای۔ او۔ بی۔ ای۔ آئی۔ پی ریٹائرڈ ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس سی۔ آئی۔ ڈی پنجاب کے خلاف نظر سے گذرا۔ اس نوٹ میں مولوی ظفر علی خاں نے بجائے اس کے کہ وہ خان بہادر صاحب موصوف کے زبردست دلائل کا کوئی جواب دیتے۔ انہوں نے اپنی عادت کے بموجب نہایت لچر اور بے ہودہ گوئی سے کام لیا ہے۔ بلکہ خان بہادر صاحب موصوف کے ذاتی اوصاف و قابلیت پر حملے کئے ہیں جو ہر سمجھدار مسلمان کے لئے یقیناً رنجدہ ہیں۔ البتہ یہ تحریر میرے یا ان مسلمانوں کے لئے جو مولوی ظفر علی خاں کے گذشتہ ۳۲ سالہ حالات سے بخوبی واقف ہوں۔ تعجب انگیز نہیں ہو سکتی۔ یہ شخص معمولی سے اختلاف رائے پر بھی جامے سے باہر ہو جاتا ہے۔ اور اس کے ہاتھ سے کسی شخص کی بھی خواہ وہ مسلمانوں میں کتنا ہی مقبول و عزیز ہو۔ عزت محفوظ نہیں رہ سکتی۔ حتیٰ کہ ایسے وقت میں یہ اپنے والد بزرگوار کے نام کا احترام بھی چھوڑ دیتا ہے۔ مثلاً۔ ایک دفعہ ایک معاملہ میں قاضی سراج الدین صاحب مرحوم بیرسٹر ایٹ لاء ایڈیٹر اخبار چودھویں صدی سے اختلاف ہو گیا۔ تو مولوی ظفر علی خاں نے قاضی صاحب کے خلاف جو سلسلہ مضامین لکھنا شروع کیا تھا۔ اس میں ان کے نام کا تمسخر اس طرح اڑایا گیا۔ کہ ان مضامین کی سرخی "لیمپ دین" ہوا کرتی تھی۔ مولوی ظفر علی کی قابلیت یا نادانی کا یہ عالم ہے۔ کہ انہوں نے لیمپ دین لکھتے وقت اتنا بھی غور نہ کیا۔ کہ ان کے اپنے والد مرحوم کا نام بھی سراج الدین تھا۔ اسی طرح سے کئی ایک دیگر لیڈران قوم کی تضحیک کر چکے ہیں۔ اور اسی وجہ سے عام مسلمانوں میں یہ مشہور ہے کہ وہ مولوی ظفر علی خاں ہی کیا ہوئے۔ جو سر بھی خواہ ملک و ملت کے ساتھ بغض للّٰہی رکھ کر ان پر کیچڑ نہ اچھالتے پھریں۔ مولوی صاحب کو خان بہادر صاحب موصوف سے رنج ہے۔ کہ انہوں نے ملازمت سے فارغ ہو کر سیاسیات میں کیوں حصہ لینا شروع کر دیا ہے۔ اور اس رنج کا اظہار طنز آمیز پیرایہ میں کرتے ہوئے انہیں سیاسیات میں دخل انداز ہونے کے نااہل قرار دیا ہے۔ تعجب ہے۔ کہ مولوی صاحب یہ کس طرح تصور کئے بیٹھے ہیں۔ کہ ان کے سوا اور کوئی شخص نہ تو سیاسیات کو سمجھنے کی اہلیت رکھتا ہے۔ اور نہ ہی وہ مسلمانوں کا خیر خواہ ہو سکتا ہے۔ خان بہادر موصوف جن کی فہم و فراست اور مدبرانہ وسیع نظری کا اعتراف ان کے مخالفین کو بھی ہے۔ اور جو حکومت کے پولیٹیکل محکمہ جیسے سب سے بڑے اور اہم سیاسی ادارہ کے ذمہ وار عہدہ پر مدت مدید تک رہ چکے ہیں۔ اگر مولوی صاحب چوہدری ظفر اللہ خاں کی تقرری کے سلسلہ میں ان کی تائید و حمایت کو اس بات پر محمول کرتے ہیں۔ کہ انہیں سیاسیات کے مدو جزر کے سمجھنے کی اہلیت نہیں۔ تو اس کے متعلق سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ کہ مولوی صاحب واقعی معذور ہیں اللہ تعالیٰ ان کی حالت پر رحم کرے۔

پہرہ کیلئے کتوں کی ضرورت

اچھی نسل کے کچھ کتوں کی ضرورت ہے۔ جن سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی کوٹھی دارالحمد کے لئے پہرہ کا کام لیا جائے گا۔ اگر کسی دوست کے پاس ہوں۔ یا وہ مہیا کر سکتے ہوں۔ تو اطلاع دیں تا ان کے منگوانے کا انتظام کیا جائے۔

مولوی ظفر علی صاحب اور نمائندگی جمہور کی حقیقت

(از ملک احمد حسن صاحب)

ایک روزانہ اخبار کی آڑ میں قومی اغراض و مقاصد کی نمائندگی کے بہانے سے اپنے ذاتی افکار و آراء کی نمائش کر کے عامۃ الناس کو گمراہ کرنے کے فن میں جو مہارت "زمیندار" کے مالک و مدیر مولوی ظفر علی صاحب نے بہم پہنچائی ہے۔ اس میں اور کوئی ان کا حریف مقابل نہیں۔ اپنے مآل اندیشانہ اور خلاف مصلحت فروعات کو آٹھ کروڑ فرزندان توحید کی متفقہ آواز کا نام دینا مولوی صاحب کا تکیہ کلام ہو گیا ہے۔ وسطی پنجاب کے مسلم حلقہ نیابت سے اسمبلی کے امیدواران میں سے مولوی صاحب ایک خاص امیدوار کی حمایت کر رہے ہیں۔ مجھے اس حمایت کے جواز یا عدم جواز سے سروکار نہیں۔ لیکن مجھے مولوی صاحب کے اس طرز استدلال کی معقولیت سمجھ میں نہیں آئی جس کی رو سے وہ ہر اس مسلمان کو جو نیک نیتی کے ساتھ کسی اور امیدوار کو قابل ترجیح سمجھتا ہو۔ ٹوڈی۔ سرکار پرست۔ قوم فروش۔ اور مفاد اسلام سے بے بہرہ تصور فرماتے ہیں۔ اور ہر ایسے شخص کو جو آنکھیں بند کر کے آپ کے جملہ اقدامات کی پیروی کرے۔ ملت اسلامیہ کا سچا خدمت گذار حریت پرور اور حقوق اسلام کا سچا حامی ظاہر کرتے ہیں۔

علامہ سر محمد اقبال۔ ملک سر فیروز خان نون۔ شیخ صادق حسین بار ایٹ لاء امرتسر۔ ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین۔ خان جلوت علی خاں وغیرہم۔ جملہ مقتدر حضرات ایک خاص امیدوار کی حمایت کرنے کے باعث سب کے سب ٹوڈی سرکار پرست اور مفاد اسلام سے بے بہرہ۔ اور خواجہ عبدالرحیم عاجز۔ شیخ عبدالغفار منشی فاضل۔ میاں عبدالرزاق۔ دینا نگری۔ اور خواجہ شہاب الدین بھرت پوری۔ کسی دوسرے امیدوار کے حامی ہونے کے باعث سب کے سب ملت اسلامیہ کے علم بردار سچے خادمان اسلام۔ اور قوم کے حقیقی نمائندے۔ !!!
ماشاء اللہ کیا خوب معیار ہے۔ اور کیا عجیب فیصلہ ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

حال ہی میں مولوی صاحب نے اپنی ہنگامہ پسند طبیعت کی جولانی کے لئے ایک نیا میدان تلاش کیا ہے۔ اور حسب دستور

"آٹھ کروڑ فرزندان توحید" کی نمائندگی کا بے معنی ادعا کرتے ہوئے وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں ایک ایسے مسلمان کے امکانی تقرر کے خلاف ایک طوفان بے تمیزی شروع کر رکھا ہے۔ جو اگرچہ اپنی قابلیت۔ اصابت رائے۔ اتقا۔ اور شعائر اسلام کی پابندی کے لحاظ سے مولوی صاحب جیسے نمائشی مسلمان سے بدرجہا فائق ہے۔ البتہ عقائد کے اعتبار سے ان کا ہم نوا نہیں۔ اور ازبسکہ طول و عرض ہند میں بسنے والے آٹھ کروڑ فرزندان توحید نے اپنی نمائندگی کی واحد اجارہ داری کلی طور پر مولوی صاحب کے سپرد کر رکھی ہے۔ لہٰذا ہر وہ مسلمان جو مولوی صاحب کے نقطہ نظر سے اختلاف رکھتا ہو۔ غدار ہے۔ قوم فروش ہے۔ اور نمائندگی جمہور کے ناقابل۔ اور ہر فرزند توحید پر اس کی مخالفت فرض جس کی بجا آوری کے لئے۔ افسانہ طرازی۔ دروغ بافی۔ مبالغہ آمیزی۔ بلکہ صریح جھوٹ سب کا سب جائز اور روا ہے۔

زمیندار کے صفحات پر آئے دن ہندوستان کے "مشہور و معروف مقامات" ڈوگا۔ گھلہ۔ جھالو۔ اور کھڈیال کے فرزندان توحید کے اجتماعات کی کارروائیاں شائع ہوتی رہتی ہیں۔ جنہیں کوہ ہمالیہ سے راس کماری تک اور خط ڈیورینڈ سے یوپی تک کے عظیم الشان اسلامی جلسوں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اسی قسم کا ایک عدیم النظیر اجتماع اگلے دن مولوی صاحب کے صدر مقام لاہور میں بھی دیکھنے میں آیا۔ دہلی دروازہ سے باہر فوجی ٹٹیوں کے متصل تین سو کے قریب فرزندان توحید جمع تھے۔ جہاں مولوی صاحب کی صدارت میں مخلوط آراء کے ساتھ چند ایک ریزولیوشن پاس کئے گئے۔ جنہیں اگلے دن "زمیندار" کے صفحات پر "پندرہ ہزار مسلمانان لاہور کے عظیم الشان اجتماع" کی متفقہ آواز سے تعبیر کیا گیا۔ اسی ایک مثال سے جملہ مقامات کے جلسوں کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ اور مولوی صاحب کی نمائندگی جمہور کی حقیقت واضح ہو سکتی ہے۔

صداقت احمدیت کے متعلق ایک نشان

مؤکد بعذاب حلف اٹھانیوالے کی ہلاکت

ایک شخص مسمی منظور احمد قریشی کو جو ریلوے سٹیشن شیر شاہ پر سگنیلر تھا میں تبلیغ کرتا رہا۔ ہر چند اسے مسائل متعلقہ کے متعلق دلائل سمجھائے گئے۔ مگر وہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ والے اشتہار پر معترض رہا۔ اور بالآخر اس نے یہ صورت پیش کی۔ کہ میں اور وہ اپنے اپنے عقائد کی صداقت کے متعلق مؤکد بعذاب حلف میعادی ایک سال اٹھائیں۔ چنانچہ اپنی ایک تحریر میں جو میرے نام تھی۔ اس نے لکھا

حلف اٹھانے والے کی تحریر

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علےٰ رسولہ الکریم خاتم النبیین ولا نبی بعدہٗ

اما بعد میرے اور جناب کے درمیان مذہبی تبادلہ خیالات عموماً صداقت مرزا صاحب پر ہوا کرتا تھا۔ اس پر جناب ایک روز ایک اشتہار بعنوان "مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ" لائے۔ جسے مطالعہ کر کے جناب کو زبانی جواب میں عرض کر چکنے کے بعد ایک کتاب "فیصلہ مرزا" مصنفہ مولوی ثناء اللہ صاحب دکھلائی۔ جناب نے اس کے متعلق تو کوئی رائے بیان نہ کی۔ بلکہ مجھ سے یہ مطالبہ فرمایا۔ کہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو قسم پر آمادہ کردوں۔ جواب میں عرض کیا۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب قسم اٹھانے کو تیار ہیں۔ بشرطیکہ آپکے خلیفہ صاحب موجودہ مرزا بشیر الدین صاحب ان کے مقابلہ میں اگر یہ وعدہ کریں۔ کہ آپ کے حسب تجویز کردہ الفاظ میں اگر مولوی ثناء اللہ صاحب مقررہ میعاد تک صحیح و سلامت رہیں۔ تو جناب خلیفہ صاحب اپنے والد مرزا صاحب آنجہانی کا مذہب خود بھی چھوڑ دیویں۔ اور اپنی جماعت کے افراد کو بھی ترک کرانے میں کوشش کریں۔ لیکن اس پر آپ نے خلیفہ صاحب کی طرف سے ان کے مقابلہ میں آنے کی ذمہ داری نہ لی لیکن چونکہ مجھے آپ سے دلی محبت اور آپ کے راہ راست پر آنے کی تمنا ہے۔ تو میں نے آپ کی سہولت کے لئے دوسری تجویز یہ پیش کی۔ کہ مولوی ثناء اللہ صاحب جانیں اور خلیفہ صاحب۔ کیوں نہ ہم خود آپس میں فیصلہ بصورت قسم کرلیویں۔ اس پر جناب نے چند دن کی مہلت کی خواہش کی۔ اور تقریباً ایک ماہ گزرنے کے بعد جبکہ میں نے یاددہانی کے طور پر عرض کیا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ آپ نے اپنے خلیفہ صاحب سے اجازت طلب کرنیکو لکھا ہے۔ جس میں مضمون قسم میں حیات مسیح کا ذکر اور صداقت مرزا صاحب تحریر کیا ہے۔ حالانکہ دوران گفتگو میں نہ اجازت خلیفہ صاحب کا ذکر تھا۔ اور نہ حیات مسیح کا اقرار تھا۔ صرف صداقت مرزا صاحب کا بیان تھا۔ لیکن چونکہ مجھے آپکی ہدایت مطلوب ہے۔ میں اتمام حجت کے طور پر آپ کے تجویز کردہ مضمون پر ان الفاظ میں راضی اور قسم اٹھانیکو تیار ہوں۔ کہ میں حیات مسیح پر اور جناب مرزا صاحب کے دعوے الہام و نبوت کے جھوٹے ہونے پر قسم اٹھاتا ہوں۔ لیکن آپکو اس میں اپنے قسم میں شامل نہیں کرتا۔ بلکہ صرف آپ سے یہ الفاظ تحریری لیتا ہوں۔ کہ اگر میعاد موعودہ[1] میں میں صحیح و سلامت رہا۔ یعنی کسی ایسی موت سے جو معذب صورت کی ہو۔ نہ مرا۔ تو اس حالت میں آپ صرف یہ عہد کریں۔ کہ آپ مرزائیت یعنی احمدیت سے تائب ہو جائیں گے۔ میری مذکورہ بالا عبارت کو آپ اگر بطور یادداشت اپنے پاس رکھ کر اپنے خلیفہ صاحب سے اجازت لے لیں۔ تو میں ہر وقت قسم اٹھانے کو تیار ہوں۔ والسلام منظور احمد قریشی بقلم خود ۲۴ ۲۲

قریشی منظور احمد صاحب کے اس مطالبہ پر میں نے صداقت احمدیت پر مؤکد بعذاب حلف اٹھایا۔ اور تحریر لکھ کر دے دی۔ آخر ایک سال کے اندر جنوری ۱۹۲۶ء میں ہلاک ہو گیا۔ اس بارے میں غیر احمدی اصحاب کی شہادت بھی پیش کی جاتی ہے۔

پہلی گواہی

جناب حاجی منظور احمد صاحب مرحوم سگنیلر ریلوے سٹیشن شیر شاہ اور جناب ملک غلام حسین صاحب ٹی۔ ای کے درمیان آپس میں مذہبی معاملات میں عموماً بحث ہوا کرتی تھی۔ چونکہ میں بھی وہاں اسی سٹیشن پر حاجی صاحب مرحوم کے ساتھ سگنیلر تھا۔ اور مذہبی باتوں میں کسی حد تک مس رکھتا تھا۔ اس لئے ان دونوں کی بحث کے وقت دفتر میں بیٹھ کر لطف اندوز ہوتا تھا۔ ان دونوں کے درمیان جو مباہلہ کی قسم کھائی گئی۔ اس وقت بھی میں موجود تھا اور میں نے دونوں کے مضمون پڑھے۔ جناب حاجی صاحب گذشتہ رمضان شریف کی جمعرات کے دن اس دار فنا سے کوچ کر کے عالم بقا کو رخصت ہو گئے۔ اور مباہلہ کی قسم کی میعاد کے اندر فوت ہوئے ہیں۔ بندہ نوازش علی حال سگنیلر لودھراں جنکشن۔ سابق سگنیلر شیر شاہ جنکشن۔ ۲۴

---

[1] میعاد موعودہ کے الفاظ سے وہ میعاد مراد ہے جو عاجز نے اپنی تحریر میں (جو اس کے حوالہ کی گئی تھی) مقرر کی تھی یعنی یوم مذکورۂ بالا سے ایک سال تک

دوسری گواہی

۲۴

میں تصدیق کرتا ہوں۔ کہ بابو غلام حسین و بابو منظور احمد سگنیلر شیر شاہ میں میرے سامنے گفتگو مذہبی ہوئی۔ جس میں مباہلہ کا ذکر آیا۔ بابو منظور احمد نے کہا۔ کہ جو جھوٹا ہو گا۔ وہ جلدی خراب ہو گا۔ اور مرزا صاحب کے بارے میں سخت کلامی کرتا تھا۔ قدرت الٰہی سے چند یوم کے بعد بیمار ہو کر انتقال فرما گئے۔ خادم الفقراء خدا بخش سفیر انجمن سبحانیہ بقلم خود ملتان۔ سچائی سے پیار رکھنے والوں کو اس نشان سے فائدہ اٹھانا چاہیئے۔ (خاکسار۔ غلام حسین ایس۔ ٹی۔ ای)

اس زمانہ میں نبی کی ضرورت

کہنے کو تو آج کل کئی نام نہاد مسلمان کہہ دیا کرتے ہیں۔ کہ "ہمیں اب کسی نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ اور کہ "ہماری اصلاح کے لئے اس زمانہ کے علما ہی کافی ہیں۔"

مگر دوسری طرف ان کے یہ بھائی ہیں۔ جو آئے دن اخباروں اور رسالوں میں "چودھویں صدی کے علماء" کی ہجو اور اپنی پست حالی اور تباہ حالی کا رونا رو رہے ہیں علماء منبروں پر چڑھ کر عوام کی پراگندگیاں اور بد اعمالیاں پیش کرتے ہیں اور عوام اپنے انہی علماء کی خرابیوں کا رونا روتے پھرتے ہیں۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے لوگ جو اس زمانہ میں نبی کی ضرورت کا انکار کرتے۔ اور صرف علماء پر ہی اپنی اصلاح کا دارومدار رکھتے ہیں کیونکر عقلمند اور حق پر سمجھے جاسکتے ہیں۔ مسلمانوں کی پست حالی پراگندگی اور ان کے باہمی نفاق کا ذکر کرتے ہوئے رسالہ "اسلام" کے ایڈیٹر صاحب اپنے رسالہ مجریہ اپریل و مئی ۱۹۲۷ء میں عرض داشت کے عنوان سے ایک لمبا چوڑا مضمون لکھتے ہوئے بیان کرتے ہیں

"اب سوال یہ ہے کہ کیا ہم اس فرض منصبی کو انجام دے رہے ہیں جو شرف خدمت بارگاہ احدیت سے ہمیں عطا فرمایا گیا ہے۔ کیا ہم اسے پورا کر رہے ہیں؟ نہیں، اگر ایسا ہوتا۔ تو فلاح و نجات ہم سے کبھی دور نہ ہوتی۔ ذلت و پستی کے کئی مدارج طے کرنے کے بعد آج مسلمان جو تحت الثریٰ کی طرف گر رہے ہیں کبھی نہ گرتے۔ جمود و سکون نفاق و شقاق بغض و تعصب کے زہریلے جراثیم جنہوں نے شجر ملت کو کھوکھلا کر دیا ہے ہرگز نہ پیدا ہوتے۔ ذلت و نکبت کے جو داغ ہماری پیشانیوں پر پڑے ہوئے ہیں۔ افلاس و احتیاج کی جو زنجیریں ہمارے جسموں کو جکڑے ہوئے ہیں۔ اور ادبار و غلامی کا جو حلقہ ہمارے کانوں میں پڑا ہوا ہے یقیناً کبھی ہمارے پاس نہ پھٹکتیں" یہ ہے وہ اعتراف جو ایک رسالہ کے ایڈیٹر نے اپنے مسلمان بھائیوں کی بگڑی ہوئی حالت کے متعلق صاف الفاظ میں کیا ہے پھر اسقدر تحت الثریٰ میں گری ہوئی اور ذلت و نکبت میں پڑی ہوئی قوم کے لئے کیوں کسی نبی کی ضرورت نہیں ہے۔ قوموں کی اسقدر انتہائی پستی اور ذلت و نکبت کے ہوتے ہوئے بھی اگر کسی نبی کی ضرورت نہیں۔ تو پھر کب ہوگی۔ مریض تو ہیں مگر دوا نہیں چاہتے۔ ان لوگوں کی ان باتوں کا سوائے اس کے اور کیا مطلب ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ واقعی سخت مریض ہیں۔ اور یہ واضح بات ہے کہ مریض کو اگر انگور اور سیب بھی پیش کئے جائیں تو وہ انہیں ناپسند کرتا ہے یہی وجہ ہے کہ یہ لوگ اس زمانہ میں ایک نبی کے ہوتے ہوئے پھر نبی کی ضرورت کا انکار کرتے ہیں اس کی تعلیم کے شیریں ثمرات ان کو پیش کئے جاتے ہیں۔ مگر تم

زمینداران پنجاب کے لئے ایک منفعت بخش کام

زمیندار ایک مدت سے اس قدر شدید کساد بازاری سے دوچار رہا ہے کہ اب اسے اپنی آمدنی میں اضافہ کرنے کے لئے کسی ضمنی صنعت سے کام لینا چاہیئے۔ اس بارہ میں اسے یہ مشورہ دیا جاتا ہے۔ کہ اسے ایک چھوٹی سی صنعت سے آغاز کرنا چاہیئے۔ بھیڑوں سے اسے زمین کے لئے کھاد بھی مل جائیگی۔ اور اون گوشت اور بھیڑوں کی فروخت سے زائد آمدنی بھی میسر آجائیگی۔

زمینداران پنجاب کے پاس عام طور پر مخلوط النسل مادہ بھیڑوں کے گلے ہوتے ہیں اور افزائش نسل کے لئے جو نر کام میں لائے جاتے ہیں۔ وہ صحیح النسل نہیں ہوتے۔ نسل کشی کے اس غیر محتاط طریق کا یہ نتیجہ نکلتا ہے۔ کہ مخلوط قسم کی غیر منتخب اون کی بہت کم قیمت پڑتی ہے۔ اور گوشت کی خاطر جو نر سے بچتے ہیں ان کی بھی بہت کم قیمت وصول ہوتی ہے۔ یہ ضروری ہے۔ کہ گلہ کے لئے اچھی قسم کی بھیڑیں منتخب کی جائیں۔ مادہ بھیڑیں طاقتور اور جسیم ہونی چاہئیں۔ تاکہ وہ مضبوط اور اعلیٰ قسم کے بچے پیدا کرنے کے قابل ہوں۔ گورنمنٹ کیٹل فارم حصار میں سول وٹرنری محکمہ کی طرف سے خالص بیکانیری اور حصاری بھیڑیں رکھی جاتی ہیں۔ حصاری بھیڑیں میرینو اور بیکانیری بھیڑوں کے اختلاط کا نتیجہ ہیں۔

بیکانیری بھیڑیں

بیکانیر ریاست کے ریتیلے علاقوں میں بہت طاقتور بھیڑیں ملتی ہیں اور جسمانی لحاظ سے وہ اس قابل ہوتی ہیں کہ پنجاب کی غیر یقینی اور غیر معتدل آب و ہوا کا اچھی طرح مقابلہ کر سکیں ان کا جسم گٹھا ہوا۔ سر مضبوط۔ چہرہ کشادہ پسلیاں لمبی اور ٹانگیں طاقتور ہوتی ہیں۔ ہندوستانی قصاب انہیں بہت چاہتے ہیں۔ اس قسم کی ایک بھیڑ سے بالاوسط ۱۶ سیر گوشت نکل آتا ہے۔ اون کی پیداوار اوسطاً فی مینڈھا ۶ پونڈ ۱۲ اونس اور فی بھیڑ ۳ پونڈ ۱۲ اونس اور ۲ ڈرام ہوتی ہے۔ اون کا تار بالکل ایک جیسا اور لمبائی میں ۱/۲ ۵ انچ ہوتا ہے۔

حصاری بھیڑ

یہ بھیڑ میرینو اور صحرائی بیکانیری نسل کے اختلاط کا نتیجہ ہے۔ ان بھیڑوں کی اون بھی اور گوشت اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے اور یہ ہندوستانی آب و ہوا اور مقامی نسل کی بھیڑوں والی بیماری سے محفوظ رہنے کے باوصف باریک اون رکھتی ہیں اور ان کا جسم میرینو کی طرح نسبتاً بھاری ہوتا ہے۔ صحیح النسل مینڈھوں کے استعمال اور مسلسل انتخاب کے ذریعہ ایک اعلیٰ درجہ کی نسل کی بھیڑ پیدا کی گئی ہے۔ جسے حصاری بھیڑ کہتے ہیں۔ اور جو گوشت اور اون کی پیداوار کے لئے موزون ہے۔

ایک حصاری بھیڑ کے گوشت کا اوسط وزن ۲۰ سیر ۷ چھٹانک کے قریب ہوتا ہے۔ اور اون کی اوسط پیداوار فی مینڈھا ۶ پونڈ ۱۴ اونس اور فی بھیڑ ۴ پونڈ ۱۴ اونس ایک ڈرام سالانہ ہوتی ہے۔ یہ اون ایک جیسی اور اس کی لمبائی ۱/۲ ۲ انچ کے قریب ہوتی ہے۔

پنجاب کی غیر معتدل آب و ہوا کے لئے یہ نسل بہت موزون ہے۔ لیکن اس کے پالنے میں بڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ یہ امر واضح رہے۔ کہ اعلیٰ درجہ کا گوشت اور اون اس صورت میں ہو سکتا ہے۔ جب جانور کی خوراک کی طرف خاص توجہ دی جائے۔ اگر پالنے والے اپنے گلے کے لئے خوراک کے معاملہ میں بے پرواہ ہوں۔ تو بھیڑوں کی افزائش نسل سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

بیکانیری اور حصاری بھیڑوں کے گلے گورنمنٹ کیٹل فارم حصار میں رکھے جاتے ہیں۔ تاکہ جو زمیندار مقامی گلہ کی بھیڑوں کے گوشت اور ان کی نفاست کے خواہاں ہوں۔ ان کے لئے صحیح النسل مینڈھے مہیا کئے جائیں۔

حکومت پنجاب اپنی طرف سے بھیڑوں کی افزائش نسل کی کوشش کر رہی ہے۔ اگر زمینداران پنجاب بھی اس معاملہ میں اس کا ہاتھ بٹائیں۔ تو یہ توقع کی جا سکتی ہے۔ کہ یہاں کے زمینداروں کی آمدنی میں مستقبل قریب کے اندر کئی لاکھ روپیہ کا اضافہ ہو جائے۔ جو اشخاص بھیڑیں پالتے ہوں۔ انہیں گورنمنٹ کیٹل فارم حصار سے بھیڑیں اور مینڈھے نزدیک ترین ویٹرنری ہسپتال کے ویٹرنری نائب ناظم کی وساطت سے مندرجہ ذیل قیمت پر مل سکتے ہیں

حصاری	۷ روپیہ ۸ آنہ فی بھیڑ یا مینڈھا
بیکانیری	۵ روپیہ " "

اس معاملہ کے متعلق مزید واقفیت حاصل کرنے کے لئے صاحب سپرنٹنڈنٹ گورنمنٹ کیٹل فارم حصار سے خط و کتابت کرنی چاہیئے۔

(از محکمہ اطلاعات پنجاب)

باجلاس راجہ علی محمد خانصاحب بہادر افسر مال باختیارات اسسٹنٹ کلکٹر درجہ اول ضلع شیخوپورہ

حویلی شاہ و سرداری لعل پسران رائے بہادر لالہ سندر داس برفاقت شریمتی خوشحال دیوی گارڈین بہ مختاری عام لالہ آتما رام اسسٹنٹ منیجر سکنائے ڈسکہ تحصیل کھاریاں ضلع گجرات مدعیان بنام کرم الٰہی ولد جواہر قوم ارائیں ساکن وار برٹن (احاطہ سودی صاحب) تحصیل ننکانہ صاحب ضلع شیخوپورہ مدعا علیہ

دعویٰ دلا پانے مبلغ -/۳/۴۲۲ بقایا ازٹھیکہ

اشتہار

مقدمہ مندرجہ عنوان بالا میں بیان وکیل مدعیان سے پایا گیا ہے۔ کہ کرم الٰہی مدعا علیہ مذکور تعمیل سمن سے دیدہ دانستہ گریز کرتا ہے۔ لہٰذا بذریعہ اشتہار ہذا مشتہر کیا جاتا ہے۔ کہ کرم الٰہی مدعا علیہ مذکور اگر مورخہ ۲ [illegible] ۳۴ء کو برائے پیروی مقدمہ عدالت ہذا میں حاضر نہ آیا۔ تو اس کے برخلاف کارروائی یکطرفہ عمل میں لائی جاوے گی۔

آج بتاریخ ۱۵/۹ ۳۴ء بہ ثبت دستخط ہمارے اور مہر عدالت سے جاری ہوا۔

(مہر عدالت) (دستخط حاکم)

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

سر فضل حسین کے جانشین کے متعلق شملہ سے ۷ ستمبر کی اطلاع کے مطابق گورنمنٹ ہند نے چوہدری ظفر اللہ خان کی تقرری کے لئے سفارش کی ہے۔ اور کاغذات وزیر ہند کے پاس بھیج دئے ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ وزیر ہند نے بھی گورنمنٹ آف انڈیا کی تجویز کو منظور کر لیا ہے۔ اور اس سلسلہ میں عنقریب اعلان کر دیا جائے گا۔

جنیوا سے ۱۵ ستمبر کی اطلاع ہے۔ کہ لیگ آف نیشنز میں روس کی شمولیت کے متعلق روسی نمائندوں سے مکمل سمجھوتہ ہو گیا۔ اور اسے لیگ میں شامل کر لیا گیا ہے۔ سوویٹ کے داخلہ سے آئندہ لیگ ۵۰ ممالک پر مشتمل ہوگی۔ اور کونسل کے ممبران کی تعداد ۱۰ تک پہنچ جائے گی۔

ریاستہائے متحدہ امریکہ کے محکمہ تجارت نے واشنگٹن سے ۱۴ ستمبر کی اطلاع کے مطابق اعلان کیا ہے۔ کہ اگست میں ریاستہائے متحدہ سے ایک کروڑ ۵۴ لاکھ ۹۵ ہزار ڈالر کا سونا اور ۷۰ لاکھ ۴۱ ہزار ڈالر کی چاندی ممالک غیر کو گئی ہے۔

نتھیا گلی سے ۱۶ ستمبر کی اطلاع ہے۔ کہ سوویٹ گورنمنٹ نے اپنے سفیر متعینہ کابل کی معرفت افغان گورنمنٹ سے درخواست کی تھی۔ کہ وہ اپنے چند کھلاڑی تاشقند ٹورنامنٹ میں حصہ لینے کے لئے بھیجے۔ افغان اولمپک انجمن نے اس دعوت نامہ کو منظور کرتے ہوئے کچھ کھلاڑی تاشقند روانہ کر دیئے ہیں۔

لاہور سے ۱۳ ستمبر کی اطلاع ہے۔ کہ بعض اخبارات میں یہ خبر شائع ہوئی ہے۔ کہ پنجاب یونیورسٹی نے ایک سرکلر کے ذریعہ قرار دیا ہے۔ کہ جس منشی فاضل یا مولوی فاضل کی میعاد ملازمت دو سال ہو جائے۔ اور اس کے ساتھ ہی انسپکٹر ول کے نزدیک اس کی تعلیمی کارکردگی تسلی بخش ہو۔ تو اسے درخواست کرنے پر ادیب کی سپیشل سند عطا کر دی جائے گی۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ یونیورسٹی نے اس قسم کا کوئی سرکلر جاری نہیں کیا۔ اور یہ خبر محض بے بنیاد ہے۔

پٹنہ سے ۱۶ ستمبر کی اطلاع ہے۔ کہ بابو راجندر پرشاد نے گاندھی جی سے درخواست کی ہے کہ وہ چونکہ ان دنوں بہار کے سیلاب زدگان کے امدادی کام میں مصروف ہیں۔ اس لئے انہیں کانگرس کے اجلاس بمبئی کی صدارت نامنظور کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس ضمن میں انہوں نے صدارت کے لئے خان عبد الغفار خان کا نام تجویز کیا ہے۔ اور سردار پٹیل نے اس کی حمایت کی ہے۔

قرضہ بل کمیٹی کے متعلق شملہ سے ۱۶ ستمبر کی اطلاع ہے۔ کہ اس کی سفارشات گورنمنٹ ہند کے پاس بغرض منظوری بھیج دیا گیا ہے۔ سفارشات کے بعض ممبران نے اختلافی نوٹ بھی لکھے ہیں۔

انگورہ کی ایک اطلاع مظہر ہے کہ حکومت ترکیہ نے غیر ملکی ٹوپی پہننے کی ممانعت کر دی ہے۔ اس سے پہلے گراموفون بجانے کی ممانعت اس کی طرف سے ہو چکی ہے۔

لکھنؤ کے چانسلر ہز ایکسیلنسی سر ہیگ ہیلی کو ۵ ستمبر ڈاکٹر آف لٹریچر کی اعزازی ڈگری دی گئی۔

دہلی کے چیف کمشنر نے ۱۵ ستمبر کی اطلاع کے مطابق ایک فلم جس کا نام "ہٹلر کی حکومت" ہے۔ خلاف قانون قرار دے کر صوبہ دہلی میں دکھانے کی ممانعت کر دی ہے۔

اعلیٰحضرت حضور نظام شہریار مملکت آصفیہ نے ۱۵ ستمبر کی اطلاع کے مطابق ایک غیر معمولی گزٹ میں اعلان کیا ہے۔ کہ بعض ذرائع سے مجھے خبر ملی ہے کہ میرے اس سابقہ فرمان سے جس میں میں نے اعلان کیا تھا۔ کہ اہل بیت سے محبت میرا جزو ایمان ہے لوگوں میں یہ غلط فہمی پیدا ہو گئی ہے کہ میں نے خدانخواستہ اپنا مذہب تبدیل کر لیا ہے۔ حالانکہ اس خیال کی کوئی حقیقت نہیں۔ میرے تمام معتقدات قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے مطابق ہیں۔

بلدیہ لاہور اور الیکٹرک سپلائی کمپنی کے درمیان تنازعہ کے سلسلہ میں ۱۵ ستمبر کو اجلاس بلدیہ میں میاں عبد العزیز صاحب صدر نے ایک اہم اعلان کیا۔ آپ نے بتایا کہ حکومت پنجاب نے اس تنازعہ کا تصفیہ کرنے کے لئے جو ثالثی بورڈ مقرر کیا ہے۔ اس نے ابھی تک تمام امور کے متعلق اگرچہ اپنا فیصلہ صادر نہیں کیا۔ مگر جہاں تک بازاروں میں بجلی کی روشنی کا تعلق ہے۔ بورڈ نے فیصلہ کیا ہے کہ بجلی کمپنی بلدیہ سے ۳ آنے ۱۱ پائی کی بجائے ۲ آنے چار پائی وصول کیا کرے۔ اس سے شرح پہلے ۳۳ فیصدی کم ہو گئی ہے اور کمیٹی کو اسی ہزار روپیہ سالانہ کی بچت ہوگی۔ فیصلہ کے اعلان کو نہایت مسرت سے سنا گیا۔

رنگون سٹیشن کے ریفرشمنٹ روم سے ۱۵ ستمبر کو پولیس نے ایک ۵۶ سالہ اینگلو انڈین کو گرفتار کیا۔ جس کے قبضہ سے ایک ہزار تین سو ستر کارتوس برآمد ہوئے۔ اس کے مکان کی تلاشی لینے پر اور بھی گولی بارود برآمد ہوا۔ پولیس نے اسے عدالت میں پیش کر کے ۲۴ ستمبر تک ریمانڈ حاصل کر لیا ہے۔

واردہا سے ۵ ستمبر کی اطلاع ہے۔ کہ گاندھی جی نے کانگرس اور مالویہ گروپ میں صلح کرانے کے لئے جو قدم اٹھایا تھا۔ اس میں کامیابی کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

الہ آباد سے ۱۶ ستمبر کی اطلاع کے مطابق بعض غیر سرکاری حلقوں میں یہ افواہ گرم ہے۔ کہ پنڈت جواہر لال نہرو کو کانگرس کے بمبئی میں منعقد ہونے والے اجلاس کے بعد رہا کر دیا جائے گا۔

طہران کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ شاہ ایران یورپ جا رہے ہیں۔ تاکہ اپنی صحت کو بحال کر سکیں۔

گاندھی جی نے کانگرس سے اپنی علیحدگی کے متعلق واردہا میں ۷ ستمبر کو ایک طویل بیان دیا۔ جس میں وہ وجوہات بیان کیں جس کی بناء پر آپ کانگرس سے الگ ہونا چاہتے ہیں۔ آپ نے کہا کہ اب کانگرس کا روشن دماغ طبقہ میری رہنمائی پسند نہیں کرتا اور وقت آ پہنچا ہے۔ جب کہ مجھے کانگرس سے الگ ہو جانا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں آپ نے کھدر اور چرخہ کی اہمیت کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ اگر یہ دونوں شرطیں منظور نہ کی گئیں تو وہ کانگرس میں نہ رہیں گے۔ کارکنان کے ساتھ دیگر اختلافات کے علاوہ آپ نے یہ بھی لکھا ہے۔ کہ کانگرسی اکثریت عدم تشدد کو بطور پالیسی اختیار کئے ہوئے ہے۔ عقیدہ کے طور پر وہ اس کے پابند نہیں۔ یہ بھی لکھا ہے۔ کہ کانگریسوں نے میرے پروگرام کی زبانی تو تائید کی لیکن ان کی بے رخی سے میرا پروگرام کامیاب نہیں ہوا۔ سردار پٹیل نے بھی کہہ دیا ہے۔ کہ میرے ریٹائر ہونے کا وقت آ گیا ہے۔ گاندھی جی کا ارادہ ہے۔ کہ وہ یہ تمام امور بمبئی کانگرس کے سامنے رکھیں اور رائے عامہ معلوم کرنے کے بعد اپنے لئے آخری فیصلہ کریں۔

پنڈت جواہر لال نہرو کی اہلیہ کملا نہرو کے متعلق الہ آباد کی ایک اطلاع مظہر ہے۔ کہ ان کی حالت نازک ہو چکی ہے۔ دایاں پھیپھڑا سخت خراب ہو گیا اور ہر وقت بخار رہنے لگ گیا۔ موصوفہ کے متعلق یہ طبی مشورہ دیا گیا ہے کہ انہیں بغرض علاج کلکتہ لے جایا جائے۔ تشویش ناک علالت کے پیش نظر پنڈت جواہر لال نہرو کی رہائی کی بھی توقع کی جاتی ہے۔

مسٹر ایٹلے نے ۷ ستمبر بمبئی میں ایک تقریر کرتے ہوئے کہا کہ صحیح راستہ یہی ہے کہ کمیونل ایوارڈ کے خلاف ہر ممکن طریق سے آئینی جدوجہد کی جائے۔ خواہ اس معاملہ میں کانگرس کے خلاف